بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا حنفی کے اصلاحی و تحقیقی افکار کا ترجمان

# ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 31 شمارہ: 12

دسمبر ۲۰۱۱ء / محرم الحرام ۱۴۳۳ھ



## حُسنِ ترتیب



ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے

رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

**ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل**

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ «ادارہ»

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214- حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

# اپنی بات: دفاعِ پاکستان اور افکارِ رضا

**دلاور خاں**

پاکستان آج داخلی اور خارجی طور پر تاریخ کے انتہائی نازک دور کے نشیب و فراز سے گزر رہا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں پاکستان کی سالمیت اور خود مختاری کو نقصان پہنچانے کے لیے نت نئے بہانے گھڑ کر ہماری ملکی غیرت و حمیت کو للکار رہی ہیں۔ ڈرون حملوں، ایبٹ آباد آپریشن اور نیوی ائیر بیس حملے کے زخم ابھی بھرنے نہیں پائے تھے کہ جنرل مولن نے پاکستان پر حملے کی دھمکی دے دی۔

ماضی میں ہماری مشرقی سرحدیں غیر محفوظ تصوّر کی جاتی تھیں، مگر آج ہماری مغربی سرحدیں بھی محفوظ نہیں۔ گزشتہ تین سالوں میں نیٹو کے ۷ سے ۸ حملوں میں افسران سمیت ۷۲ پاکستانی فوجی اہلکار شہید اور ۲۵۰ سے زائد جوان زخمی ہو چکے ہیں، جو مشرقی سرحدوں پر ہونے والی ہلاکتوں سے زیادہ ہیں۔ نیٹو کے طیارے کئی بار پاکستان کی سرحدوں کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے قبائلی جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا سے ۳۰ کلو میٹر دور افغان سرحد کے قریب نیٹو طیاروں نے پاکستان کے اندر کارروائی کرتے ہوئے ایک مکان کے اندر موجود ۱۲ افراد کو ہلاک کر دیا، جس میں بچے اور خواتین بھی شامل تھے۔ ان تمام واقعات پر صرف اظہارِ افسوس ہر ہی اکتفا کیا گیا اور پاکستانیوں کے قاتلوں کو عبرت ناک سزا دینا تو درکنار اپنے کیے پر معافی مانگنا بھی گوارا نہیں کیا گیا۔

پاکستان نے افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مسلط کی ہوئی جنگ میں ان سے بڑھ کر قربانیاں دی ہیں۔ ہمارے ۵ ہزار سے زائد فوجی جوان، افسر اور ۳۵ ہزار سے زائد بے گناہ شہری اس جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سو ارب ڈالر کا مالی نقصان الگ ہے، جو ملکی بجٹ کے مجموعی حجم سے بھی زیادہ ہے۔ اتنا جانی اور مالی نقصان تو امریکا اور اس کے سارے اتحادیوں نے مل کر بھی نہیں اٹھایا۔ روس کی طرح امریکا افغانستان سے راہِ فرار اختیار کرنے اور اپنی ناکامیابیوں پر پردہ ڈالنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

اس کا سارا نزلہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے۔ ۲۶ نومبر کا دِن پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ ترین دن تھا، جب مہمند ایجنسی میں پاکستان کی سرحدوں کے دو تین کلو میٹر اندر ہماری سرحدی پوسٹوں پر نیٹو افواج کا حملہ اور پاک فوج کے ۲۶ جوان اور افسروں نے جامِ شہادت نوش کیا اور ۱۵ زخمی ہوئے۔ پاکستانی چیک پوسٹوں کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی بڑے منظم طریقے سے کی گئی۔ نیٹو کے پاس ان چوکیوں کا مکمل نقشہ موجود تھا، حملہ آور ہیلی کاپٹرز جن سے میزائل داغے گئے انہیں جنگی طیاروں کی بھی مدد حاصل تھی، اگر ان ہیلی کاپٹروں پر حملہ کیا جاتا تو یہ جنگی طیارے جوابی کارروائی کرتے۔ پاک فوج کو جب ان ۲ پوسٹوں پر حملے اور شہادتوں کی اطلاع موصول ہوئی تو فوراً نیٹو کے نمائندوں کو اس کارروائی سے متعلق آگاہ کیا گیا، مگر کارروائی جاری رہی۔ ۳ گھنٹے تک نیٹو کے ہیلی کاپٹرز ہمارے فوجیوں کو شہید کرتے رہے، مگر افسوس کہ ہماری طرف سے کسی بھی قسم کا جوابی قدام نہیں اٹھایا گیا۔

اگر اسی طرح کا حملہ پاکستانی سیکیورٹی فورسز کی جانب سے افغانستان کے علاقے میں کیا جاتا، جس میں نیٹو کے اتنے ہی فوجی مارے جاتے تو یہ معاملہ صرف اظہارِ افسوس اور انکوائری کمیٹی کی رپورٹ پر ختم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ یہی اتحادی اسے اقوامِ متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں لے جاتے، پاکستان پر عملی انتقامی کارروائی کی جاتی؛ پابندیاں عائد کی جاتیں، کیوں کہ ان کے نزدیک صرف ان کے فوجیوں کی جانیں عزیز ہیں۔ پاکستان کے غیرت مند اور غیور سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت پاک فوج کے جوانوں کے قاتلوں کو باور کرانا چاہتے کہ ہمارے فوجیوں کا خون اتنا ارزاں نہیں کہ صرف اظہارِ افسوس سے کام چل جائے گا؛ بلکہ جب تک ہمارے جوانوں کے قاتلوں کو سزا نہیں دی جاتی اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ایک ایک غیر سنّی پاکستان کے دفاع میں افواجِ پاکستان کے شانہ

بشانہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑا ہو گا۔ نیٹو سپلائی کی معطلی، بون کانفرنس کا بائیکاٹ اور شمسی ائیر بیس کے انخلا سے آگے بھی کوئی قدم اٹھانے کی ضرورت پڑے تو اٹھایا جائے کیوں کہ پوری سوادِ اعظم اہلِ سنّت میں اس بات پر کوئی دورائے نہیں کہ پاک فوج اور پاکستان کے دفاع کے لیے کسی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا جائے گا۔ پوری دنیا اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ پاکستان سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے اکابرین اور خلفائے اعلیٰ حضرت کی تحریک کا نتیجہ ہے؛ اس کی بنیادوں میں ہمارا خونِ جگر شامل ہے جو پاکستان بنانا جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان میں اتنی صلاحیت موجود ہے کہ وہ دنیا کو پھر ایک بار بتا دیں گے کہ پاکستان کا دفاع کس طرح کیا جاتا ہے علما مشائخ نے پاکستان کے استحکام کے لیے جو قربانیاں دی ہیں وہ تاریخِ پاکستان کا روشن باب ہیں۔

اس صورتِ حال میں نہایت ضروری ہے کہ پاک فوج اور پاکستان کے دفاع کے لیے اعلیٰ حضرت کے ان افکار سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا کر پاکستان کو ناقابل شکست خطہ بنایا جا سکتا ہے۔

(۱) مفکرِ اسلام امامِ سوادِ اعظم اہلِ سنّت والجماعت احمد رضا خاں محدث حنفی فرماتے ہیں: "ہر سلطنتِ اسلام، نہ صرف ہر سلطنت، ہر جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعت، ہر فرد کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد، ۱۴، ص ۱۳۳)

(۲) آپ مزید فرماتے ہیں کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی؛ ہماری کمزوری و ذلت غلبہ و عزت سے بدلے گی اللہ عزوجل فرماتا ہے یہ ان کی بد عقلی ہے۔ کافروں کی مدد سے غلبہ و عزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۹۲)

(۳) اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے کوئی یہودی حلیف تھے؛ غزوۂ احزاب میں انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ساتھ ۵۰۰ (پانچ سو) یہودی ہیں۔ میری رائے ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ:

"مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائے کیونکہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے خواہ یارانے، خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا ان سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لیے محبّت اور اللہ کے لیے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

☆ آپ تفسیر مدارک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے کہ کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو اور ان سے اپنے لیے مدد چاہو، نہیں بھائی بناؤ دنیوی برتاؤ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو اس سب سے منع فرماتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۹۳)

☆ تفسیرِ کبیر سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمان ہی کو اپنا دوست اور مددگار بنائیں کافروں کی مدد اور یاری پر اعتماد مت کرو (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۳۹)

☆ تفسیر ابی مسعود کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ مسلمان منع کیے گئے ہیں کافروں کی دوستی سے، خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کیے گئے ہیں کہ اس سے جہاد یا دینی کام میں کافروں سے مدد حاصل کریں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۹۴)

☆ آپ مزید تفسیر بیضادی سے نقل فرماتے ہیں کہ ان (کافروں) سے بالکل دور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کر۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۹۵)

اب یہود و نصاریٰ کی دوستی اور مدد کے نتائج قوم کے سامنے آچکے ہیں، جس نے پاکستان کی صلاحیت اور استحکام کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ صورتِ حال قرآنِ حکیم کے اس ارشاد کی صداقت کو عیاں کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: "یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ تمہارے دوست نہیں ہوسکتے، بلکہ یہ (تمہارے خلاف) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

آگئے ہیں تنگ بمباری سے ہم
ختم یہ برسات ہونی چاہیے
رکھ کے اب ہر مصلحت بالائے طاق
فیصلہ کن بات ہونی چاہیے

ooooo

افادات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
ترتیب: سیّد عبد الرحمٰن بخاری (موسس، اُمّہ فاؤنڈیشن، لاہور)

## فصل دوم

### (محفل میلاد بدعت نہیں ہے)

### ا۔ قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی

محفلِ میلاد کے منکرین کا تمام گروہ اس مرض کا شکار ہے کہ محفلِ میلاد کا اہتمام چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے؛ یہ منکرینِ میلاد کا ایک عجیب نرالا تصوّر ہے کہ انہوں نے خاص قرن وزمانہ کو شرعی احکام کا مدار و معیار بنادیا ہے۔

جو نئی بات قرآن وحدیث میں بایں ہیئتِ کذائی منصوص نہیں جب فلاں زمانے میں ہو تو کچھ بری نہیں اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت وگمراہی ہے، حالانکہ شرعاً وعقلاً کسی طرح زمانے کو احکامِ شرع یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح میں دخل نہیں ہے۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور براکام کسی زمانے میں ہو بُرا ہے۔ آخر بلوائے مصر، واقعۂ کربلا، حادثۂ حرّہ، بدعاتِ خوارج وشناعاتِ روافض، خرافات ونواصب معتزلہ وغیرہا ایسے امور سب صحابہ وتابعین کے زمانے میں واقع ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ دوسری طرف مدارس کا قیام، تصنیفِ کتب، تدوینِ علوم، ردِّ مبتدعین، تعلیمِ نحو وصرف، طرقِ اذکار اشغال، سلاسل اولیا ایسے لاتعداد امورِ حسنہ صحابہ وتابعین کے زمانے میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کے بعد شروع ہوئے مگر اس وجہ سے بدی قرار نہیں پاسکتے۔

اس کا مدار نفس فعل کے حسن وقبح پر ہے؛ جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن وحدیث سے ثابت ہو وہ بے شک حسن ہو گا، چاہے کہیں واقع ہو، اور جس کام کی برائی تصریحاً وارد ہو وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی زمانے میں حادث ہو۔ جمہور محققین وعلمانے اس قاعدے کی تصریح فرمائی ہے۔ امام ولی الدین ابوذرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ کسی چیز کا نو پیدا ہونا موجب کراہت نہیں ہے کہ بہت سی بدعتیں مستحب، بلکہ واجب ہوتی ہیں؛ جبکہ ان کے ساتھ کوئی مفسدۂ شرعیہ نہ ہو۔ اسی طرح امام غزالی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور ہے کہ صحابہ سے منقول نہ ہونا باعثِ ممانعت نہیں۔ بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنّتِ مامور بہا کا رد کرے۔ کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں: اگرچہ بدعت ست واز صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند لیکن نہ ہرچہ بدعت بود نہ شاید کہ بسیاری بدعت نیکو باشد پس بدعتیکہ مذموم ست آنکہ مخالف سنت باشد۔

امام بیہقی و دیگر علما حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: (المحدثات من الامور ضربان: احدھما ماأحدث مما یخالف کتابا أو سنۃ أو أثرا أو اجماعا فھذہ البدعۃ الضلالۃ أو الثانی ماأحدث من الخیر ولا خلاف فیہ لواحد من ھذہ وھی غیر مذمومۃ)۔ نئی باتیں دو قسم کی ہیں ایک یہ کہ قرآن یا احادیث آثار اجماع کے خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت گمراہی ہے دوسرے وہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: (والبدعۃ ان کانت مماتندرج تحت مستحسن فھی حسنۃ وان کانت تندرج تحت مستقبح فھی مستقبحۃ والا فمن قسم المباح) بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو وہ مباح ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ محفلِ میلاد کی نسبت یہ کہنا کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ تھی، لہٰذا ممنوع ہے محض باطل ہوگیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہوسکتے ہیں جب یہ ثابت ہوجاتا۔ کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے ورنہ اگر کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں

تو محمود اور بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیّتِ نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ کمافی بحر الرائق میں یہ بات کھلے طور پر ثابت ہو گئی کہ ان افعال کی سند زمانۂ صحابہ تابعین و تبع تابعین سے مانگنا محض نادانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۶/ ۵۳۴)

## ۲۔ نیک کاموں کی ابتدا کسی خاص زمانے میں منحصر نہیں

منکرینِ میلاد کی بڑی دلیل حدیث (خیر القرون قرنی) ہے لیکن اس سے تو ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث میں تو صرف اتنا ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد جھوٹ، خیانت، تن پروری اور خواہی نخواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں پھیل جائے گا۔ اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہو گا اگرچہ کسی اصلِ شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت داخل ہو تب بھی مذموم ٹھہرے گا۔ دیکھیے یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے کہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں شر مطلقاً نہ تھا یا یہ کہ ان کے بعد خیر بالکل نہ رہی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سلف میں اکثر لوگ خدا ترس اور پرہیز گار تھے۔ بعد میں فتنے فساد پھیلتے گئے اور یہ بھی عام لوگوں کی حالت ہے ورنہ اکثر علماءِ دین ہر طبقہ اور زمانے میں خیر پر قائم رہے ہیں۔ اور شرعی احکام میں علما ہی کا اعتبار ہے؛ جس امر کو مستحسن کہیں وہ بے شک مستحسن ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ اگر کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا اسی امر کو مستلزم ہو کہ اس زمانے کے محدثات خیر ٹھہریں اور مابعد کے شر تو اس صورت میں صحابہ و تابعین کا زمانہ بھی حجّت نہیں رہتا۔ چنانچہ حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

(بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ ﷺ فقالوا سل لنا رسول اللہ ﷺ الی من ندفع صدقاتنا بعدك فقال ابی بکر، قالوا فان حدیث بابی بکر حدیث فالی من۔ قال الی عمر۔ قالوا فان حدث بعمر حدث۔ فقال الی عثمٰن۔ قالوا فان حدث بعثمان حدث۔ فقال ان حدث بعثمٰن حدث فتبالکم الدهر فتبا) (مستدرک حاکم) مجھے نبی مصطلق نے حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ عرض کروں: حضور ﷺ کے بعد ہم اپنے اموال زکوٰۃ کسے دیں؟ فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کو۔ عرض کی: اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آئے؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو۔ عرض کی: اگر عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ حادثہ واقع ہو؟ فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ عرض کی: اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آئے؟ فرمایا: اگر عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ ہو تو خرابی ہے تمہارے لیے ہمیشہ، پھر خرابی ہے۔

ایک دوسری حدیث دیکھیے: (قال ﷺ اذاق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ اجله وعمر رضی اللہ عنہ اجله و عثمان رضی اللہ عنہ اجله فان استطعت أن تموت فمت) (ابونعیم طبرانی) نبیِ کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کو موت آجائے تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔

مزید دیکھیے: (ان رسول اللہ ﷺ قال: اذاأنامت وابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ فان استطعت ان تموت فمت) (ابونعیم) ان احادیث کی رو سے تو یوں لگتا ہے جیسے اچھا زمانہ بس حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم بلکہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما تک ہے۔ اس کے بعد کچھ حادث ہو، اگرچہ عین خلاف راشدہ میں ہو مگر وہ معاذ اللہ سب شر و قبیح وبدعت قرار پائے۔ یہ کتنی غلط بات ہو گی۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر یہ ہے کہ ان احادیث کے مقابل حدیث خیر القرون بھی نہیں لاسکتے کیونکہ خود مولوی اسماعیل دہلوی کے دادا حضرت شاہ ولی دہلوی علیہ الرحمۃ انہی احادیث اور ان کے امثال پر نظر کر کے حدیث خیر القرون کے معنی ہی کچھ اور بتا گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: (قرن اوّل زمان آنحضرت ﷺ بود زہجرت تاوفات و قرن ثانی زمان شیخین و قرن ثالث زمان ذی النورین، بعد ازاں اختلاف ہاپدید آمد وفتنہا ظاہر گردیدند) قرنِ اوّل حضورِ اقدس ﷺ کی ہجرت سے وصال تک ہے۔ قرنِ ثانی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے اور قرنِ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ۔ پھر اس کے بعد امّت میں اختلافات ابھر آئے اور بہت سے فتنے ظاہر ہو گئے۔

بالجملہ اس قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنی بھی حدیث میں صاف محتمل ہیں اور اس احتمال کے ساتھ تمہارا وہ استدلال یقیناً باطل ہو گیا کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد جو چیز شروع ہو وہ بدعتِ سیئہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۶/ ۵۳۷)

**۳۔ امّتِ محمدیہ کے ہر زمانے میں خیر کے کام نکلتے رہیں گے**

اگر کسی زمانے کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں تو لیجیے وہ حدیث ملاحظہ ہو جو امام ترمذی نے بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ و سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور محقق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں کثرت طرق کی بنا پر اس کی صحت کا حکم دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (امتی مثل المطر لایدری أولہ خیرأم آخرہ) میری امت کی مثال ایسی ہے جیسے مینھ کہ نہیں کہہ سکتے اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری۔ شیخِ محقق "اشعۃ المعات"میں لکھتے ہیں: (کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع است) یہ حدیث کنایہ ہے اس بات سے کہ ساری امّتِ محمدیہ میں خیر ہے جیسے بارش تمام نفع بخش ہوتی ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں: (لاتزال طائفۃ من أمتی قائما بأمراللہ لایضرھم من خذلھم أوخالفھم حتی یأتی أمر اللہ وھم ظاھرون علی الناس) میری امّت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا۔ انہیں نقصان نہ پہنچائے گا جو انہیں چھوڑے گا یا ان کے خلاف کرے گا یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ "رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا" میں لکھتے ہیں: (گماں مبر کہ در زمان شر و رہمہ کس شریر بودہ اند وعناتہائے الٰہی در تہذیب نفوس بیکار افتاد بلکہ اینجا اسرار عجیب است

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
نفی حکمت مکن از بہر دل عامے

چند در ہر زمانہ طائفہ رامہبط انوار وبرکات ساختہ اند)

یہ گمان مت کرو کہ زمانۂ شر میں لوگ برے ہی تھے اور نفوسِ انسانی کی تہذیب میں عنایات الٰہی بے ثمر ہی رہیں۔ اس کے برعکس امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص میں جہاں کچھ عیب ہوتے ہیں وہیں خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہر زمانے میں ایک گروہ خدا کی عنایات سے بہرہ ور رہا ہے۔ کہیے! اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور جو علما و عرفا مابعد میں بلحاظِ اصول و عموم و اطلاق شائع ہوئے۔ والحمد للہ۔ (فتاوٰی ۲۶/ ۵۳۸)

**۴۔ صحابہ نے اصول دیا کہ ہر اچھا کام مقبول ہے اگرچہ نیا ہو**

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے اقوال و آثار دیکھیے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرمارہے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر کسی چیز کا خیر یا شر ہونا منحصر نہیں۔ دیکھیے بہت سی نئی باتیں زمانۂ پاک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھیں اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیدا ہوئیں، وہ خود ان چیزوں کو برا کہتے اور تنقید کرتے تھے؛ اور بہت سی تازہ باتیں ایسی ظاہر ہوتیں جن کو بدعت و محدثات مان کر خود انجام دیتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر و حَسن بتاتے۔ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: (نعمت البدعۃ ھٰذہٖ) کیا ہی اچھی بدعت ہے یہ! حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چاشت کی نسبت فرماتے ہیں: (انھا البدعۃ ونعمت البدعۃ وانھا لمن احسن ما أحدثہ الناس) بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے۔ یقیناً وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں۔ سیّدنا ابوامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (احدثتم قیام رمضان فدوموا علی ما فعلتم ولا تترکوا) تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا۔ سو اب جو نکالا ہے تو اسے ہمیشہ انجام دیتے رہنا اور کبھی نہ چھوڑنا۔

دیکھو یہاں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا۔ لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا: (أخرج بنا من عندھذا المبتدع) نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ بآواز پڑھتے سن کر فرمایا: (ای محدث ایاك والحدث) اے میرے بیٹے یہ نو پیدا بات ہے۔ بچ نئی باتوں سے۔ یہ افعال بھی اسی زمانے میں واقع ہوئے تھے مگر انہیں بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔

پس معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اپنے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا بلکہ وہ نفسِ فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے ورنہ منع فرماتے۔ یہی طریقہ بعینہٖ زمانۂ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا۔ اپنے زمانے کی بعض نوپیدا چیزوں کو منع کرتے اور بعض کو جائز رکھتے۔ اب دیکھیے اس منع و اجازت کے لیے آخر کوئی چیز تو معیار تھی؛ اور وہ تھی نفسِ

فعل کی بھلائی، برائی۔ پس صحابہ و تابعین کا متفق علیہ قاعدہ شرعیہ یہ قرار پایا کہ حسن حسن ہے اگرچہ نیا ہو اور قبیح قبیح ہے گو پرانا ہو۔ اور یہ اصول ایک مستقل دلیل ہے۔ شریعتِ مطہرہ ابدی ہے جو اصول اس کے پہلے روز تھے وہ قیامت تک جاری رہیں گے۔ یہ کوئی انسانوں کا قانون تو ہے نہیں کہ تیسرے سال بدل جائے۔ (فتاوی ۲۶/ ۵۴۰)

**۵۔ جو کام اپنی ذات میں بھلائی ہو وہ ممنوع نہیں ہو سکتا**

یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے جو فعل نہ کیا ہم کیونکر کریں زمانۂ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمانِ جلیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وسیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہ یہ امر قرار پاچکا کہ بات فی نفسہٖ نیک ہونی چاہیے گرچہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

(عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الی ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ان عمر رضی اللہ عنہ اتانی فقال ان القتال قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی أری ان تأمر بجمع القرآن قلت لعمر رضی اللہ عنہ کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال عمر رضی اللہ عنہ ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر رضی اللہ عنہ یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلك و رأیت فی ذلك الذی رأی عمر رضی اللہ عنہ قال زید قال ابوبکر انك رجل شاب عاقل لانتهمك وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔۔۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب جنگِ یمامہ میں بہت صحابہ حاملانِ قرآن شہید ہوئے، امرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جناب سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: یمامہ میں بہت حفّاظِ قرآن شہید ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھ لینے کا حکم دیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام کیا نہیں، تم کیوں کر کرو گے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگرچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر خدا کی قسم کام تو خیر ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملے میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا اور میری رائے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافق ہو گئی۔ پھر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر جمعِ قرآن کا حکم دیا۔ انہیں بھی وہی شبہ گزرا اور عرض کی بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی؟ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ ان کی رائے بھی شیخین رضی اللہ عنہ کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی اور انہوں نے قرآنِ عظیم جمع کیا۔

دیکھو جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا بعد کے زمانے میں ہو گا، ہم صحابہ ہیں ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے؛ بلکہ یہی جواب دیا کہ اگرچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا پر وہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیوں کر ممنوع ہو سکتا ہے؛ اور اسی پر صحابۂ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآنِ کریم باتفاقِ صحابہ جمع ہوا۔

اب یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ منکرینِ میلاد اس اصول پر کیوں خواہ مخواہ معترض ہیں اور جو بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانے میں طے ہو چکی اسے پھر کیوں اکھیڑ رہے ہیں۔ (فتاوی ۲۶/ ۵۴۲)

**۶۔ کسی زمانے میں ایک کام کا نہ ہونا بعد والوں کو مانع نہیں**

منکرینِ میلاد ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ کچھ انہوں نے نہیں کیا وہ تم کرتے ہو؟ ذرا سوچیے تو بعینہٖ یہ اعتراض اگر قابلِ تسلیم ہو تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین اور تابعین پر باعتبارِ صحابہ اور صحابہ پر باعتبارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوتا ہے۔ مثلاً جس فعل کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا اور تبع تابعین کے زمانے میں پیدا ہوا ہو تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔ ہم پوچھتے ہیں اس کام میں بھلائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین ہی کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانے میں جو کچھ پیدا ہوا اس پر وارد ہو گا کہ بہتر ہوتا وت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کیا ان سے بڑھ کر ہیں؟ علی ہذا القیاس۔ جو نئی باتیں صحابہ نے کیں ان میں بھی اسی طرح کہا جائے گا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان کی خوبی نہ

معلوم ہوئی یا صحابہ کو افعالِ خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی۔

غرض یہ اعتراض منکرینِ میلاد، ان مدہوشوں نے ایسا کیا جس کی بناء پر عیاذاً باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی ٹھہرتے ہیں پس یہ اعتراض بالکل غلط ہے اور اصل وہی ہے کہ کوئی کام نہ کرنا اور بات ہے اور منع کرنا دوسری چیز۔ رسول اللہ ﷺ نے اگر ایک کام نہ کیا اور اس کو منع بھی نہ فرمایا تو صحابہ کو کون مانع ہے کہ اسے نہ کریں اور صحابہ نہ کریں تو تابعین کو کون مانع ہے اگر وہ نہ کریں تو تبع تابعین پر الزام نہیں۔ اسی طرح اگر وہ نہ کریں تو ہم پر مضائقہ نہیں۔ بس اتنا ہونا چاہیے کہ شرع کے نزدیک وہ کام برا نہ ہو۔ عجب لطف ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کا کوئی کام نہ کرنا تو قطعاً حجت نہ ہوا اور تبع تابعین کو باوجود ان سب کے نہ کرنے کے اجازت ملی مگر تبع تابعین میں وہ خوبی ہے کہ جب وہ بھی نہ کریں تو اب پچھلوں کے لیے راستہ بند ہو گیا۔ اس بے عقلی کی کچھ حد بھی ہے۔

امام علامہ احمد بن قسطلانی شارح صحیح بخاری "مواہب لدنیہ" شریف میں لکھتے ہیں: (الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع) شارع کا کسی کام کو کرنا تو جواز کی دلیل ہے لیکن نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "تحفۂ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں: (نکردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر) منکرینِ میلاد کی جہالت یہ ہے کہ انہوں نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔ (فتاوٰی ۲۶/ ۵۴۴)

### ۷۔ زمانے کی فطری رفتار نئے کاموں کی ضرورت ابھارتی ہے

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ، حفاظتِ اسلام، اشاعتِ دین، جہاد و اصلاح، اقامتِ حدودِ الٰہیہ، روایتِ حدیث ایسے اہم اور بنیادی کاموں سے فرصت نہ تھی لہٰذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنٰی بلکہ وہ تاسیسِ قواعد، استنباطِ احکام، تدوینِ علوم اور ردِّ شبہات وغیرہ اسے امورِ عظیمہ کی طرف بھی کامل توجہ نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زورِ بازو نے دینِ الٰہی کی بنیاد مستحکم کر دی اور مشارق و مغارب میں ملّتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی، اس وقت ائمہ و علمائے مابعد رفتہ رفتہ معاشرے کی تمدّنی ضروریات کے مطابق نئے مسائل کے استخراج اور دیگر اہم کاموں میں مشغول ہوئے تو بے خلش صرصر واندیشۂ سموم اور ہی بیاریاں ہونے لگیں۔ فکرِ صائب نے زمینِ تدقیق میں نہریں کھودیں۔ ذہن رسا نے زُلالِ تحقیق کی ندیاں بہائیں۔ علماء اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لیے تھالے بنیں۔ خواہانِ دین وملّت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر بازیاں فرمائیں۔ یہاں تک کہ مصطفیٰ ﷺ کا باغ ہرا بھرا پھولا پھلا، لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ یہ کنکھیاں جواب پھوٹیں تب کہاں تھیں۔ یہ پتیاں جو اب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں۔ یہ پتلی پتلی ڈالیاں جو اب جھومتی ہیں، نو پیدا ہیں یہ ننھی ننھی کلیاں جو اب مہکتی ہیں، تازہ جلوہ نما ہیں؛ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے، تو ایسے اعتراض کرنے والے کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔ آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھل پھول سے محروم رہے گا۔

بھلا غور کرنے کی بات ہے: ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے اور لاکھوں روپوں کا مالِ اسباب بھی تھا۔ اس دانشمند نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا، اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے۔ اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگی۔ یہاں نرا مال ہی مال تھا۔ کھڑے ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہو گیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے: تم تو احمق ہو، ہم اس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں۔ اس کے گھر آگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے؛ مگر یہ بے وقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولوالعزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا، نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین۔ (فتاوٰی ۲۶/ ۵۴۲)

### ۸۔ منکرینِ میلاد کے اپنے گھر اَن گنت نئی چیزوں سے آباد ہیں

اچھا بالفرض ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا سب منع ہے۔ تو اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ ہیئتِ مروجہ پر یہ مدرسے

جاری کرنا، نصاب مقرر کرنا، سہ ماہی، سالانہ امتحان لینا، تنخواہ دار مدرسین رکھنا، لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، بتخصیص روز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ وعظ کا التزام کرنا، مناظروں کے لیے پنچ اور جلسے مقرر کرنا، واعظوں کا شہر بشہر گشت لگانا، تنظیمیں بنانا، ان میں عہدے لینا، کانفرنسیں کرانا، سالانہ جلسے رکھنا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں جو سب اکابر و اصاغرِ طائفہ میں بلانکیر رائج ہیں قرونِ ثلٰثہ میں کب تھیں؟ مدرسئہ دیوبند بایں قوانین مخترعہ قرونِ ثلاثہ تو درکنار قرونِ اشاعۃ کے بعد قائم ہوا، پھر چاہیے کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجائیں، مگر نہیں۔ تمہارے لیے پر اونۂ معافی آگیاہے کہ جو چاہو کرو تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں صرف انہی باتوں میں ہیں جو تعظیم و محبتِ رسول ﷺ سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی سب کچھ حلال و جائز ہے؟(فتاوٰی، ج۹ قدیم، ص ۴۴، ۴۵)

**۹۔ تعظیم کا ہر نیا طریقہ جو شرک سے پاک ہو شرعاً مستحسن ہے**

حضور ﷺ کی تعظیم و ادب کے معاملے میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمۂ دین کا یہی اصول رہا ہے کہ ورود یا عدم ورود سے قطع نظر یہ قاعدہ کلیہ ٹھہرایا کہ:(كل ما كان أدخل في الادب والا جلال كان حسنا) جس بات کو نبی ﷺ کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو مستحسن ہے۔

اس قاعدۂ کلیہ کی تصریح علامہ کمال الدین محمد بن الہمام نے "فتح القدیر" میں، علامہ السندی نے "المنسک المتوسط" میں، ملا علی قاری نے "المسلک المتقسط" میں کی ہے۔ پیچھے علامہ ابن حجر کا یہ قول گزرا کہ نبیِ کریم ﷺ کی تعظیم ہر طرح بہتر ہے بشر طیکہ اس میں شرک نہ ہو۔ اسی لیے سلفاً و خلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقے سے حضورِ اقدس ﷺ کا ادب کیا، اس ایجاد کو علما نے اس کے قابلِ تعریف کاموں میں شمار کیا، نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرادیا۔ یہ بلا انہیں گستاخانِ رسول ﷺ میں پھیلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں کہ فلاں نے کب ایسا کیا؛ حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو نہ فلاں نے کیں نہ فلاں نے کیں؛ مگر یہ بھی تعظیمِ نبیِ کریم ﷺ کے طریقوں کو گھٹانے مٹانے کے لیے ایک حیلہ نکال لیا ہے کہ زبان سے کہتے جائیں۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور بلطائف حیل جہاں تک بن پڑے امورِ محبت و تعظیم کو رد کرتے جائیں۔ اگر میں اُن امور کا استیعاب کروں جو دربارۂ آداب و تعظیم حادث ہوتے گئے اور اس احداث کو علما نے موجد کے مدائح سے گنا تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے، البتہ چند مثالوں پر اقتصار کرتا ہوں:

۱۔ امام مالک باوجودیکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی طرح اتباعِ سلف و صحابۂ کرام کا نہایت اہتمام رکھتے تھے مگر ان کے ایمان و محبت کا تقاضا ہوا کہ ادبِ حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہ ہوئیں؛ اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہری اور ان کی غایت ادب و محبت پر دلیل قرار پائی۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں لکھتے ہیں:

(قال مطرف كان اذا اتى الناس مالكا خرجت اليهم جارية فتقول لهم يقول لكم الشيخ تريدون الحديث أو المسائل، فان قالوا المسائل، خرج اليهم۔ وان قالوا الحديث، دخل مغتسله واغتسل وتطيب ولبس ثيابا جديدة ولبس ساجة وتعمم و وضع على رأسه رداء ه و تلقى له منصة فيخرج فيجلس عليها وعليه الخشوع ولا يزال يتبخر بالعود حتى يفرغ من حديث رسول الله ﷺ قال غيره: ولم يكن يجلس على تلك المنصة الااذا حدث عن رسول الله ﷺ قال ابن ابي اويس: فقيل لمالك في ذلك فقال: احب أن اعظم حديث رسول الله ﷺ ولا احدث به الاعلى طهارة متمكنا)

جب لوگ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آکر پوچھتی: شیخ تم سے فرماتے ہیں، تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ و مسائل؛ اگر انہوں نے جواب دیا فقہ و مسائل، جب تو آپ تشریف لے آتے؛ اور اگر کہا حدیث، تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے، چادر سرِ مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثلِ تختِ عروس بچھایا جاتا۔ اس وقت باہر تشریف لاتے اور نہایت خشوع و خضوع سے اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے اگر سلگائے رکھتے۔ اس تخت پر آپ اسی وقت بیٹھتے تھے جب نبیِ کریم ﷺ کی

حدیث بیان کرنا ہوتی۔ حضرت امام سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ حدیثِ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں؛ اور میں حدیث نہیں بیان کرتا جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

**۲۔** اسی کتاب میں ہے:(کان مالك رضی اللہ عنہ لایرکب دابة بالمدینة وکان یقول استحی من الله تعالی ان أطأ تربة فیها رسول الله ﷺ بحافر دابة)امام مالک رضی اللہ عنہ مدینۂ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدا تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضورِ انور ﷺ جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سم سے روندوں۔

**۳۔** شفا شریف ہی میں ہے:(وقد حکی ابوعبدالرحمن السلمی عن احمد بن فضلویه الزاهد و کان من الغزاة الرماة انه قال ما مسست القوس بیدی الاعلی طهارة منذ بلغنی أن رسول الله ﷺ اخذ القوس بیده)امام ابوعبدالرحمٰن سلمی احمد بن فضلویہ زاہد غازی تیرانداز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کمان بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے کمان دستِ اقدس میں لی ہے۔

**۴۔** علامہ ابن حاج مالکی جو منکرینِ میلاد کی حجت ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلّب رکھتے ہیں، اپنی کتاب "مدخل" میں فرماتے ہیں:(وتقدمت حکایة بعضهم أنه جاور بمکة اربعین سنة ولم یبل فی الحرم ولم یضطجع فمثل هذا یستحب له المجاورة أو یؤمربها) بعض صالحین چالیس برس مکۂ معظّمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرمِ محرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں ایسے شخص کے لیے حرم کی مجاورت مستحب ہے یایوں کہیے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

**۵۔** اسی "المدخل" میں ہے:(وقد جاء بعضهم الی زیارته ﷺ فلم یدخل المدینة بل زار من خارجها أدبا منه مع نبیه ﷺ فقیل له: ألاتدخل فقال أمثلی یدخل بلد سید الکونین ﷺ لا أجد نفسی تقدر علی ذلك) بعض صالحین زیارتِ نبی ﷺ کے لیے حاضر ہوئے تو شہر میں نہ گئے بلکہ باہر سے زیارت کرلی۔ یہ ادب تھا اس مرحوم کا اپنے نبی پاک ﷺ کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے! وہ بولے: کیا مجھ ایسا شخص داخل ہو سیّد الکونین ﷺ کے شہر میں۔ میں اپنے اندر اتنی قدرت نہیں پاتا۔

**۶۔** اسی المدخل میں ہے:(قد قال لی سیدی ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ: لماأن دخل مسجد المدینة ماجلست فی المسجد الا الجلوس فی الصلوٰة اوکلاما هذا معناه ومازلت واقفا هناك حتی رحل الرکب) مجھ سے میرے سردار ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں مسجد مدینۂ طیبہ میں داخل ہوا، جب تک مسجد شریف میں رہا قعدۂ نماز کے سوا نہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا جب تک قافلے نے کوچ کیا۔

**۷۔** اس کے متصل انہیں امام سے نقل کرتے ہیں:(ولم أخرج الی بقیع ولا غیره ولم أزرغیره ﷺ، وکان قد خطرلی ان اخرج الی بقیع الغرقد، فقلت : الی این اذهب۔ هذا باب الله تعالی المفتوح للسائلین والطالبین والمنکسرین والمضطرین والفقراء والمساکین ولیس ثم من یقصد مثله فمن عمل علی هذا ظفر ونجح بالما مول والمطلوب")میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا نہ کہیں اور گیا، اور نہ حضورِ اقدس ﷺ کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا۔ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بیچاروں اور مسکینوں کے لیے۔ پھر حضورِ اقدس ﷺ کے سوا کون ہے جس کا قصد کیا جائے۔ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا فلاح پائے گا اور مراد و مطلوب ہاتھ آئے گا۔(فتاویٰ ۲۶/ ۵۴۹)

اب یہ فقیر احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ محفل میلاد کے جواز میں اپنی گفتگو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا ظفر پائے گا اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا، ان شاء اللہ؛ اور اپنے ربِّ کریم کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ بیان نہ صرف مسئلۂ میلاد و قیام ہی میں کافی وشافی ہو بلکہ اکثر مسائلِ نزاعیہ میں قولِ فیصل قرار پائے اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہِ تحقیق پر مشعلِ ہدایت ہو جائے۔(ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالی علی خیر خلقه وسراج أفقه سیدنا ومولٰنا محمد ﷺ وآله وصحبه أجمعین)

✡ ✡ ✡ ✡ ✡

# رہن میں اجارہ وبیع کے معاملات، تحقیقِ رضا کی روشنی میں

**صبا نور** (ریسرچ اسکالر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد)

**Abstract**: Islam has given definite guidance for Shaira-compliant economic activities. Pledge is an important contract besides guarantee for securing a debt. This article discusses the research of Imam Ahmad Raza on pledge and combining it with sale and lease contracts and is helpful in knowing his contribution to Economics.

**خلاصہ:** اسلام انسانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق احکامات پیش کرتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں انسانوں کو اپنی ضروریات کے لیے ایک دوسرے سے ادھار لین دین کی ضرورت پڑتی ہے۔ کفالت اور رہن دین کی توثیق کے ذرائع ہیں۔ اسلام رہن سے متعلق واضح راہنمائی فراہم کرتا ہے جس میں قرض دینے اور لینے والے دونوں کی سہولت کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ امام احمد رضا نے رہن میں خاص مسائل عقدِ اجارہ اور عقدِ بیع کے معاملات کی تشریح وتوضیح فرمائی ہے۔ اس مقالے میں رہن رکھی ہوئی شے کو کرائے پر دینے اور فروخت کرنے کے معاملات پر امام احمد رضا کی تحقیقات کو بیان کیا گیا ہے۔ (صبا)

### تعارف

عقدِ رہن کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رہن رکھنے والا رہن رکھی شے سے کسی قسم کا نفع حاصل نہیں کرسکتا نہ خود استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی اُس شے کو کرائے پر دینے یا فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے، وہ شے اُس کی ملکیت نہیں ہے اور جب ملکیت ہی نہیں تو اس میں کسی بھی قسم کا تصرّف ناجائز وحرام ہے۔ وہ شے ایک قرض کے عوض اس کے پاس رہن ہے اور قرض دار اس کی رقم ادا کرکے اپنی شے واپس لینے کا اختیار رکھتا ہے۔

### طریقۂ کار

اس تحقیقی مقالے میں عقدِ رہن سے متعلق خاص مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ رہن شے کو کرائے پر دینا اور فروخت کرنا۔ ان مسائل پر امام احمد رضا کی تحقیقات بیان کی گئیں ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے نتائج، خلاصۂ تحقیق، اور دورِ حاضر میں اس طرح کے معاملات کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں عملی اطلاق اور مآخذ ومراجع درج کردیے گئے ہیں۔

### تحدید

عقدِ رہن کے مفہوم، جواز، شرائط اور رہن رکھی ہوئی شے سے نفع کی صورتوں کو ہم اپنے پچھلے مضمون مطبوعہ معارف رضا نومبر ۲۰۱۱ء میں پیش کرچکے ہیں۔ عقدِ رہن میں امام احمد رضا نے بہت سے مسائل کو بیان کیا ہے وہ سارے مسائل اس تحقیقی مقالے میں پیش نہیں کیے گئے، جیسے بیع الوفاء، زیورات سے متعلق مسائل، مزارعت سے متعلق مسائل وغیرہ۔ اس مقالے میں صرف عقدِ اجارہ، اور عقدِ بیع سے متعلق چند مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

### اعتذار

رہن سے متعلق امام احمد رضا نے جو تحقیقاتِ بیان کیں ہیں ان سے متعلق معلومات فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ شدہ جلد نمبر ۲۵ سے ماخوذ ہیں۔

### مقاصدِ تحقیق

اِس تحقیقی مقالے کے درجِ ذیل مقاصد ہیں:

(۱) شریعتِ مطہرہ کی رو سے ہر عقد الگ نوعیت کا ہے۔ عقدِ اجارہ (کرائے پر دنیا) عقدِ بیع (خرید وفروخت) اور عقدِ رہن الگ الگ معاملات ہیں۔ کسی بھی صورت ایک کو دوسرے میں جمع نہیں کیا جاسکتا اس کے متعلق وضاحت بیان کرکے منظرِ عام پر لانا۔

(۲) رہن شے میں تصرّف جائز نہیں۔ رہن شے کے کرائے پر دینے اور فروخت کرنے کے مسائل کو واضح اور جامع انداز میں پیش کرکے عام سطح پر لوگوں کو اس سے روشناس کرانا۔

(۳) عقدِ رہن میں عقد اجارہ قائم کیا جائے۔ تو اس صورت میں ایک عقد باقی رہتا ہے جبکہ دوسرا باطل، اِس نوعیت کے مسائل کو منظرِ عام پر لاکر اس سے آگاہ کرنا۔

(۴) امام احمد رضا نے عقدِ رہن میں عقد بیع اور اجارہ جیسے خاص مسائل کو واضح انداز میں بیان کیا آپ کی تحقیقات کو منظرِ عام پر لانا۔

(۵) رہن رکھی ہوئی شے سے نفع کے بارے میں احکامات اور امام احمد رضا نے اس نفع سے متعلق جو تحقیق بیان کی اُس سے آگاہی دینا۔
(۶) موجودہ دور میں اس عقد کی صورتوں کو بیان کرکے شرعاً جائز بنانے کی ترغیب دینا امام احمد رضا کی تحقیقات سے راہنمائی لے کر آجکل کے عقد رہن سے متعلق مسائل کو حل کرنا۔

### رہن رکھی ہوئی شے سے فائدہ اٹھانا

عقد رہن میں ضرورت مند شخص کسی دوسرے سے قرض حاصل کرتا ہے اور اس قرض کے عوض اپنی کوئی قیمتی شے اس کے پاس رہن رکھوا دیتا ہے۔ قرض واپس کرکے اپنی شے واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔ شرع مطہرہ اور فقہائے کرام کے مطابق رہن شے رکھنے والا اُس شے کو بِعَیْنِہٖ اُسی حالت میں اپنے پاس رکھنے کا پابند ہے۔ رہن رکھنے والا اُس شے کو نہ تو آپنے استعمال میں رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس شے کو کرائے پر دے کر کوئی نفع حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ بعض اوقات قرض ہی اس قسم کی شرط پر دیا جاتا ہے کہ اس شے سے نفع حاصل کیا جائے؛ دوسری طرف قرض دار مجبوراً قرض کے دباؤ کی وجہ سے اس شے سے نفع کی اجازت دے دیتا ہے۔ اس نوعیت کی تمام صورتیں ناجائز و حرام ہیں۔

امام احمد رضا نے ان تمام صورتوں کو بیان کیا اور رہن شے سے نفع کی جائز صورت بیان کی کہ قرض دار بغیر کسی شرط کے، بغیر کسی دباو کے بغیر کسی معارضے کے صرف رہن رکھنے والے کو احسان کے طور پر اس رہن شے سے فائدے کی اجازت دے۔ رہن رکھنے والا اس شے کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، جیسے مکان کا مالک رہن رکھے مکان میں اُس کو غیر معینہ مدت کے لیے رہنے کی اجازت دے اس صورت میں وہ قرض خواہ اس مکان میں رہ سکتا ہے۔ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جب مالک اس شے کے استعمال سے منع کردے تو رہن رکھنے والے پر یہ فرض ہے۔ کہ فوراً بغیر کیسی تردّو کے بغیر کسی عذر کے اس شے سے فائدہ چھوڑ دے بلکہ اس شے کو محض اپنے پاس رہن رکھے۔[۱]

رہن رکھی ہوئی شے کو کرائے پر دینا، یا فروخت کرنا اس نوعیت کے مسائل کو سمجھنے سے پہلے کرائے (اجارہ) اور فروخت (بیع) کے معاملات کا مختصر سا تعارف بیان کیا جائے گیا تا کہ اس عقد رہن میں ان معاملات کو آسانی سے سمجھا جاسکے، شرع کے اعتبار سے ہر معاملہ ہر عقد الگ نوعیت کا ہے۔ ہر عقد کے جائز ہونے کی کچھ شرائط اور اصول ہیں جو اس عقد کی درستگی کے لیے لازم و ملزوم ہیں: اِسی طرح عقدِ اجارہ (کرائے پر دینا) اور عقدِ بیع (خرید و فروخت) دو الگ عقد ہیں اِسی طرح عقد رہن کے اپنے مسائل بشرائط اور حدود ہیں۔ عقدِ اجارہ (کرائے پر) ازروئے شریعت جائز ہے۔ اس عقد کی شرائط میں یہ تفصیلاً بیان کیا ہے، کرائے پر شے لین دین کے لیے صِرف اُس شے کے مالک کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایک متعین مدت کے لیے متعین اُجرت کے تحت اس شے کو کرائے پر دے۔ اجرت اور مدت کا تعین کرنا اس عقد کی لازمی شرط ہے اسی طرح کرایہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب کرائے دار کرائے کی شے سے فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کو اپنے استعمال میں لائے؛ خالی کرائے پر لینے سے کرایہ لازم نہیں ہوتا۔ کرایہ شے کے مالک کا حق ہوتا ہے۔ اسی طرح عقد بیع (خرید و فروخت) سے متعلق معاملات پر شریعت اسلامی نے تفصیل سے بحث کی ہے اس عقد کے لیے عاقدین کی رضامندی ضروری ہوتی ہے ایجاب و قبول کا ایک ہی مجلس میں طے ہونا ضروری ہوتا ہے۔[۲]

رہن رکھی شے کو رہن رکھنے والا مالک کی رضامندی سے کرائے پر دے گا تو اس صورت میں رہن باطل ہو جائے گا؛ کیونکہ شرع مطہرہ کی رو سے ایک ہی وقت میں دو عقد جمع نہیں ہوسکتے، مالک کی اجازت کے بغیر کرائے پر دیا تو جتنا کرایہ رہن رکھنے والے نے حاصل کیا سارے کا سارا مالک کو واپس کرے گا یا صدقہ وخیرات کرے گا۔ اس جیسے مسائل میں امام احمد رضا نے اپنی تحقیقات پیش کیں ہیں۔ اِس طرح رہن شے کو فروخت کردینے کا بھی مالک کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ یہ مالک پر منحصر ہے کہ وہ اس بیع کو قائم رکھے یا منسوخ کردے؛ مالک کی مرضی کے بغیر رہن رکھنے والا اس شے کو فروخت کرکے رقم حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مالک اس بیع کو فسخ کرکے مال کو پھر رہن رکھوا سکتا ہے۔ اسی طرح مالک کی اجازت سے فروخت کیا، وہ رقم اس مال کے بدلے رہن رکھ لی جائے گی۔[۳] مال رہن اس شرط پر رہن رکھا کہ کچھ عرصے بعد جب قرض کی رقم ادا نہ کی جائے تو اس جائداد کو بیع شدہ سمجھا جائے اور قرض کی رقم کو اس جائیداد کی قیمت، اس شرط پر یہ بیع درست نہ ہوگی۔ عقد

رہن میں عقد اِجارہ (کرایہ) کے جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی اسی طرح بیع عقد میں بھی چند مسائل ایسے ہیں کہ رہن مال کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض یہ دونوں الگ عقد ہیں۔

## تحقیق رضا

امام احمد رضا نے عقدِ رہن میں عقدِ اجارہ اور عقدِ بیع سے متعلق مسائل کو نہایت واضح اور جامع انداز میں بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں عقد رہن اور عقدِ اجارہ دو الگ عقد ہیں۔ عقدِ اجارہ (کرایہ پر دینا) میں کسی شے کو کرائے پر دے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے؛ حاصل ہونے والا کرایہ رہن رکھنے والے کا حق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ رہن رکھنے والے کو رہن شے کرائے پر دینے کا اختیار نہیں؛ کیونکہ وہ شے کا مالک نہیں اس کے پاس یہ شے امانت ہے اور قرض دار نے قرض کے عوض وہ شے اس کے پاس مقید کردی ہے۔ وہ رہن شے کو اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا؛ وہ نفع اس کے لیے حرام ہے۔

اِسی طرح رہن شے کا مالک اپنی ہی شے کو کرائے پر حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ شے اس کی ملکیت ہے اور اپنی ہی ملک کو دوسرے سے کرائے پر لینا باطل ہے۔ رہن رکھنے والا اُس شے کے مالک کی اجازت کے بغیر اُسے کرائے پر دے؛ کرائے پر لینے والے شخص کو بھی یہ علم ہو یہ اس کی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس کے پاس رہن ہے۔ اس صورت میں کرائے پر دینے اور لینے والا دونوں گناہ گار ہوں گے۔ رہن رکھنے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ سارا حاصل کیا ہوا نفع مالک کو دے یا صدقہ و خیرات کردے رہن رکھنے والے کا اس منافع پر کوئی حق نہیں۔ اس طرح رہن رکھنے والے کو یہی شے کسی دوسرے کو بطور رہن دینے کا اختیار بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً جس شخص نے قرض کے عوض اپنی کوئی شے قرض خواہ کے پاس رہن رکھوائی اور وہ شخص کسی اور کو اسی قدر زرِ رہن کے رہن پر دے اور اتناہی پیسہ بغیر کسی نفع کے اُس شخص سے لے ایسا کرنا ناجائز ہے۔[۴]

امام احمد رضا اپنی اس بات کی تائید میں در مختار کی عبارت نقل کرتے ہیں: ''رہن رکھنے والے کو رہن شے سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور نہ اس شے سے کسی قسم کی خدمت نہ سکونت نہ عاریتاً کسی کو دینے اور نہ ہی کسی اور کو رہن پر دینے کا اختیار ہے۔''

عقد رہن کے وقت ہی مالک اور رہن رکھنے والا اس شے کو کرائے پر دینے کے لیے رضامند ہوں۔ مالک نے بخوشی کرائے کی اجازت دے دی ہو تو اس صورت میں یہ عقد رہن ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا عقد عقدِ اجارہ قائم ہو جاتا ہے۔ عقدِ رہن کی شرائط میں سے کچھ ایسی ہیں جو اس عقد کو فاسد کر دیتی ہیں جیسے مدت کا بیان کرنا کہ میں دوماہ کے لیے رہن رکھواتا ہوں اس طرح کی شرائط کا یہ عقد باطل ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا سے سوال ہوا کسی ہندہ نے نابالغ زید سے قرض لیا اور اپنا مکان دوماہ کی مدت کے لیے اُس کے پاس رہن رکھا لیکن رہن کے باوجود وہ عورت اس مکان میں مقیم رہی پھر زید نے وہی مکان اُس عورت کے بیٹے عمرو کو کرائے پر دیا، عمرو نے کہا جب تک قرض کی رقم واپس نہ کروں اس وقت تک باقاعدگی سے اس مکان کا کرایہ ادا کرتا رہوں گا۔ عمرو نے ایک اقرار نامہ بھی لکھا جس میں لکھا تھا کہ میں دوماہ کی مدت میں اپنی موضع یعنی زید کے پاس مکان کے بدلے رہن رکھ دوں گا، عمرو نے زید سے جو مکان کرائے پر حاصل کیا اس میں رہائش ہی اختیار نہ کی بلکہ اُس کی ماں ہی رہائش پزیر تھی زید ساڑھے چار سال تک کرائے کے مطالبے سے خاموش رہا۔ اس نے کرایہ وصول کرنے کے لیے دعویٰ کیا گواہوں نے گواہی دی ہے۔ اس مسئلے میں کیا زید کرائے کا حق دار ہے۔[۵]

امام احمد رضا اس مسئلے کا جواب دیتے ہیں کہ سب سے پہلے جو عقد رہن میں مدت بیان کی گئی وہ رہن کو فاسد کر دیتی ہے۔ عقد رہن میں رہن رکھی شے پر قرض خواہ کا قبضہ ہونا لازمی شرط ہے اس مسئلے میں زید کا مکان پر قبضہ ہی نہیں ہوا وہ عورت خود ہی مکان میں رہائش پذیر رہی، لہٰذا عقد رہن باطل۔ اس مسئلے میں دوسرا عقد جو کہ اجارہ (کرایہ) کا ہے۔ عقد اجارہ میں مدت کا بیان ضروری ہے محض ایجاب وقبول سے مدت بیان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کرایہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب کرائے دار اُس شے سے فائدہ حاصل کرے اور کرائے پر دینے والا اس شے کو کرائے دار کے سپرد کرے اس صورت میں خود عمرو نے مکان میں قیام ہی نہیں کیا۔ عمرو کا یہ کہنا کہ میں کرایہ باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا صرف وعدے کے طور پر کہنا تھا۔ وعدے کے طور پر کرایہ لازم نہیں ہوتا لہٰذا زید کو کرائے کا حق حاصل نہیں اس کا مطالبہ بالکل ناجائز ہے۔

عقد رہن میں رہن شے جو کہ اس قرض کے عوض قرض خواہ

کے پاس رکھی جاتی ہے رہن شے کا مکمل سپرد کردینا لازمی ہوتا ہے۔ اس طرح رہن شے کے مالک کو بھی اس شے سے نفع اُٹھانا جائز نہیں اور نہ ہی رہن رکھنے والے کو اُس شے سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا جائز ہے بلکہ رہن کیے ہوئے مکان میں مالک کا سامان موجود ہو اور وہ مکان رہن کردے۔ اس صورت میں بھی عقد رہن درست نہیں۔

امام احمد رضا سے سوال ہوا: زید نے بکر کے پاس اپنے مکانات اور دکانیں رہن کیں، بکر سے ایک ہزار روپے قرض لے لیا بعد میں اُسی قرض پر پانچ سو روپیہ کا اضافہ کرکے زید نے بکر سے ایک دستاویز تحریر کروائی کہ مکانات اور دکانیں جو پہلے سے زید کے کرائے داروں کے پاس تھیں کہ ان کا کرایہ بکر کو ادا کیا جائے۔ بکر نے چار ہزار نو سو پینتالیس روپے بذریعہ زید کرائے داروں سے وصول کیے؛ اِس کے بعد بکر نے عدالت میں جائیداد کو نیلام کرنے کی درخواست دی زید کو یہ اعتراضات ہیں کہ رہن رکھی شے پر بکر کا قبضہ ہی نہیں ہوا صرف تحریر سے قبضہ مانا جائے گا۔ امام احمد رضا اس مسئلے کے جواب میں فرماتے ہیں: اس عقد رہن میں بھی شے پر قبضہ نہیں ہوا رہن رکھنے والا کا قبضہ محض خالی تحریروں سے مانا نہیں جائے گا بکر کا قبضہ ہی نہیں ہوا اور وہ پہلے ہی سے کرائے داروں کے پاس ہیں یہ رہن اس صورت میں نافذ ہی نہیں ہوا۔ دوسری بات کہ بکر نے زید کی اجازت سے کرائے داروں سے نفع حاصل کیا اُس کرائے پر بکر کا کوئی حق نہیں، بلکہ جتنا منافع بکر نے حاصل کیا چار ہزار نو سو پینتالیس اُس میں سے اپنے قرض کی رقم جو کہ اس نے زید کو دی تھی نکال کر باقی ساری رقم زید کو ادا کردے اس منافع پر بکر کا کوئی حق نہیں یہ منافع اس کے لیے حرام ہے۔ شے کا مالک منافع کی رقم کو رہن رکھنے والے کو معاف کردے یا ہبہ کردے۔ یہ منافع اس صورت میں بھی رہن رکھنے والے کو حلال نہیں ہوسکتا منافع شے کے مالک کا حق ہے۔[۶]

رہن شے کو مالک کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کیا جاسکتا مالک کو یہ سودا قائم رکھنے یا منسوخ کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔ عقد بیع سے تعلق رکھنے والے مسئلے سے متعلق امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ زید نے اپنی جائیداد عمرو کے پاس رہن رکھی، عمرو نے زید کی اجازت کے بغیر اُس رہن جائیداد کو بیع کردیا۔ کیا زید اس بیع کو فسخ کرکے بیع شدہ جائیداد واپس لے سکتا ہے جتنی رقم میں اس کو فروخت کیا زید اتنی رقم ادا کرکے اپنی جائیداد واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔[۷]

امام احمد رضا فرماتے ہیں بیع رہن شدہ جائیداد کو مالک کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کیا جاسکتا؛ شے کا مالک اس سودے کو ختم کرکے اپنی جائیداد واپس لے سکتا ہے۔ جائیداد کی قیمت ادا کرنا اس پر واجب نہیں؛ اس پر صرف قرض کی رقم واجب ہے؛ وہ قرض خواہ کو قرض کی رقم ادا کرے گا۔ اس نوعیت کا ایک مسئلہ امام احمد رضا کے سامنے پیش ہوا۔ رہن شے کا مالک اس شرط پر قرض حاصل کرتا ہے کہ دو ماہ کی مدت تک قرض کی رقم ادا نہ کرسکوں تو یہی رہن شدہ جائید اد بیع شدہ سمجھی جائے گی اور یہی قرض کی رقم اس جائیداد کی قیمت پر شرط عائد کرنے کے بعد جائیداد کا مالک اسی رہن شدہ جائیداد کے ایک مکان میں خود رہتا ہے اور کرایہ بھی رہن رکھنے والے کو ادا کرتا ہے اس صورت میں یہ جائیداد رہن شدہ سمجھی جائیگی یا بیع شدہ۔

امام احمد رضا اس مسئلے کے جواب میں فرماتے ہیں جائیداد کا مالک جو کرایہ رہن رکھنے والے کو ادا کرتا ہے یہ محض باطل ہے کیونکہ مالک کا اپنی ہی ملکیت والی شے کرائے پر جائز نہیں اور وہ کرایہ رہن رکھنے والے کو حرام ہے۔ اسی طرح جو کرایہ رہن رکھنے والے نے دوسرے مکانات دکانوں سے حاصل کیا وہ کرایہ بھی مالک کا حق ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ سارا مالک کو واپس کردے۔ دوسرا مسئلہ کہ رہن شدہ جائید اد کچھ عرصے بعد بیع شدہ سمجھی جائے گی اور رہن رکھنے والے کو اس جائیداد پر مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے ایسی شرط طے کرنا باطل ہے عقد بیع کے معاملات محض ایک شرط پر طے نہیں ہوتے۔ اس عقد کے لازم ہونے کی کچھ شرائط ہیں۔[۸]

## خلاصۂ تحقیق

دینِ اسلام نے ہر معاملے سے متعلق اپنی تعلیمات کو بیان کیا۔ فقہائے کرام نے اپنے اپنے دور کے مسائل پر اپنی تحقیقات کو پیش کیا ہے جن سے راہنمائی حاصل کرکے دورِ حاضر میں مسائل میں حل کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے عقدِ رہن سے متعلق مسائل کو تفصیلاً بیان کیا ہے خصوصاً رہن میں اِجارہ (کرایہ) اور بیع کے معلامات کو بیان کیا۔ آپ کی بیان کی گئی تحقیق کے مطابق کسی عقد کو دوسرے عقد میں جمع کرنا محال ہے۔ عقد رہن میں رہن شے کو کرائے پر دینا یہاں دو عقد جمع ہو رہے ہیں جو کہ ناجائز ہیں۔ کرائے پر دینے کی

صورت میں وہ سارا منافع شے کے مالک کا حق ہے۔ رہن رکھنے والے کا اس منافع میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔ اسی طرح رہن رکھنے والا اپنے قرض کے حصول کے لیے اس رہن جائیداد کو فروخت نہیں کر سکتا۔ فروخت کرنے کے بعد بھی مالک کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس سودے کو قائم رکھے یا منسوخ کردے۔ رہن شے کسی بھی صورت رہن رکھنے والے کی ملکیت نہیں ہوتی؛ وہ صرف اس قرض کے عوض اس کے پاس امانت ہے۔ قرض دار جب چاہے قرض کی رقم ادا کر کے اپنی شے کو واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔

## نتائج

اس تحقیق سے درج ذیل نتائج برآمد ہوئے:

(۱) عقد اِجارہ اور عقدِ بیع دو الگ معاملات ہیں؛ ان کے جواز کی الگ شرائط ہیں جو اس کے عقد کے لیے لازمی ہیں۔ عقد رہن الگ معاملہ ہے اس میں اجارے کے جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی؛ لہٰذا رہن شے کو کرائے پر دینا، فروخت کرنا ناجائز ہے۔

(۲) رہن رکھنے والے کو رہن شے کے استعمال، اس کو عاریتاً دینے، رہن رکھوانے، فروخت کرنے، کرائے پر دینے کا اختیار نہیں رہن شے کو بعینہٖ اسی حالت میں قائم رکھنے کا پابند ہے۔

(۳) عقد رہن میں اجارہ قائم ہو جائے تو عقد رہن باطل ہو جاتا ہے۔

(۴) امام احمد رضا نے عقد رہن میں اجارے اور بیع سے متعلق معاملات کو تفصیل سے بیان کیا، بغیر اجازت مالک کی اس شے کو فروخت نہیں کیا جا سکتا؛ بغیر اجازت مالک کے اُس شے کو فروخت کر دیا، مالک کو یہ بیع منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

(۵) رہن شے کو کرائے پر دے کر حاصل کیا گیا نفع شے کے مالک کا حق ہے رہن رکھنے والے کا اس منافع پر کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس کے لیے منافع کے جائز ہونے کی کوئی صورت نکلتی ہے۔

(۶) آج کل کے دور میں رہن شے کو کرائے پر دیا جاتا ہے۔ رہن رکھی دکانوں، مکانات، زمینوں سے انتفاع امام احمد رضا کے مطابق حرام اور سود کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

## عملی اطلاق

رہن رکھی ہوئی شے کو کرائے پر دنیا اور فروخت کرنا، یا اُسے استعمال میں لانا ایسی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔ رہن رکھے گئے مکانات دکانوں، زمینوں سے انتفاع کے جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی، ان تمام چیزوں کو قرض کے عوض رہن رکھوایا جاتا ہے۔ رہن رکھی گئیں زمینوں میں کھیتی باڑی کر کے نفع حاصل کرنا، رہن رکھنے والے کو ناجائز ہے۔ اسی طرح مکانوں دکانوں کو کرائے پر دے کر زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ منافع حرام ہے بلکہ وہ سارا منافع شے کے مالک کا حق ہے امام احمد رضا کے بیان کردہ مسائل کی روشنی میں خصوصاً رہن شے کو کرائے پر دینے اور فروخت کرنے کے مسائل سے راہنمائی لے کر آج کل کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

دورِ حاضر میں بینکوں میں جو قرضوں کا لین دین ہوتا ہے کہ پراپرٹی کے کاغذات رہن رکھ کر یا زیورات کو رہن رکھ کر قرضے دیے جاتے ہیں۔ معیّنہ مدت گزرنے کے بعد وہ زیورات اور پراپرٹی فروخت کر کے بینک اپنی رقم واپس لے لیتا ہے۔ رہن جائیداد کو فروخت کرنے کے بارے میں شرع نے جو صورتیں بیان کیں ہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس جائیداد کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ شے کے مالک کو اس سودے کے قائم رکھنے یا منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے رہن جائیداد مکانات دکانوں، زمینوں سے متعلق جن مسائل پر اپنی تحقیقات پیش کیں ہیں، خصوصاً رہن رکھی گئی زمینوں، مکانات سے متعلق مسائل کو امام احمد رضا کی بیان کردہ تحقیقات کی روشنی میں حل کر کے اس عقد کو شرعی اعتبار سے جائز بنایا جا سکتا ہے۔

## مآخذ و مراجع


۱ دیکھیے بہارِ شریعت، مولانا امجد علی اعظمی، ج ۲/ ۳۴، مطبوعہ ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور۔

۲ دیکھیے کتاب الفقہ، عبد الرحمٰن الجزری، ج ۲/ ۴۴۳، مطبوعہ علماء اکیڈمی محکمۂ اوقاف پنجاب، ۲۰۰۶ء؛ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، ج ۵/ ۸۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۷؛ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المعتصد، احمد بن رشد القرطبی، مطبوعہ دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۲ء۔

۳ المرجع السابق، ج ۲/ ۳۴۔

۴ العطایہ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات) امام احمد رضا بریلوی، ج ۲۵/ ۲۲۳، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

۵ ایضاً: ۲۲۸۔

۶ ایضاً: ۲۷۹۔

۷ ایضاً: ۳۰۲۔

۸ ایضاً: ۲۵۰۔

# امام احمد رضا اور تشدد ایک جائزہ

مولانا محمد اسلم رضا قادری

**Abstract:** Imam Ahmad Raza was a defender of the sanctity of Almighty Allah, the beloved Prophet, his companions and Sufis. His opponents blamed him for decisive opinions. This article presents an analysis of this perception. It categorically proves that he was a kind and loving man and this is evident from his life and writings.

امام احمد رضا کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ عزوجل، رسول ﷺ اور صحابہ کرام اور اولیائے کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا شرعی حکم علی الاعلان بیان کردیا۔ مخالفین امام احمد رضا کی تنقید کا علمی جواب تو نہ دے سکے بلکہ امام احمد رضا کی شخصیت پر جھوٹے الزامات عائد کیے۔ محققین رضویات نے ایسے ہر اعتراض کا بھرپور محاسبہ کیا۔ ایک تاثر یہ بھی دیا گیا کہ وہ متشدد تھے۔ پیش نظر مضمون اس تاثر کی حقیقت آشکار کرنے کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔(عبید)

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ السامی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) عالمِ اسلام کی اس ہشت پہلو شخصیت کا نام ہے جو فکر و مزاج کے اعتبار سے نہایت نرم، حسنِ اخلاق و کردار کے پیکرِ جمیل اور احسان و مروت، پیار و شفقت کی اعلیٰ منازل پر فائز تھے۔
اس کے باوجود بھی حریفوں نے ان کی فکر و شخصیت کو شدت پسند، مکفر المسلمین، انگریز نواز اور بدعات و منکرات کو فروغ دینے والا کہنے اور مشہور و بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی؛ لیکن حقائق و شواہد اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ امام احمد رضا کو بدنام کرنے کی ان کے مخالفوں نے جتنی بھی سازشیں اور جعل سازیاں کیں، انہیں جب کسوٹی پر پرکھا گیا، جانچا گیا تو اصحابِ فکر و بصیرت پکار اٹھے کہ جس کے بارے میں اس قدر پروپیگنڈے اور بے بنیاد الزامات و اتہامات کی بوچھار کی جارہی ہے وہ تو منکسر المزاجی، صلہ رحمی، عفو و درگزر اور بلند اخلاق کا ایک مہرِ درخشاں ہے، جس کی تابانی اور ضوفشانی کے آگے بڑے بڑے ہیچ نظر آتے ہیں۔

راقمِ سطور اپنے اس مقالے میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے فتاویٰ و کتب اور رسائل کی روشنی میں اس بات کو اچھی طرح واضح اور روشن کرنے کی کوشش کرے گا کہ محدثِ بریلوی پر شدت پسندی اور تند مزاجی کا جو بے اصل الزام لگایا گیا ہے، امام موصوف علیہ الرحمہ کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ بات تو آفتاب کے مانند روشن ہے کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ جس مذہبِ مہذب کے داعی و مبلغ تھے، وہ مذہب کبھی اور کسی وقت بھی سختی اور تشدد کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ وہ تو ہر وقت نرمی اور آسانی کا پیغام بر ہے۔ دیکھیے قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" (البقرۃ:۲/۲۵۶) ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں۔ "يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ:۲/۱۸۵) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر آسانیاں چاہتا ہے، اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج:۲۲/۷۸) ترجمہ: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرۃ:۲/۲۸۶) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی واضح ارشادات ملتے ہیں۔ چند پیشِ قارئین ہیں: "اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ" (بخاری:۱/۲۳، رقم:۳۹) ترجمہ: بے شک یہ دین آسان ہے۔ حضور نبیِ رحمت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فلسطین کی طرف بھیجا تو یہ ہدایت فرمائی: "يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا" (بخاری:۲/۱۰۶۳، رقم:۶۸۸۷، کتاب الاحکام) ترجمہ: آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ کرنا، خوش خبری دینا، متنفر نہ کرنا، باہم خوش دلی سے کام کرنا۔ "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا" (بخاری:۱/۱۶، رقم:۷۰، کتاب العلم) ترجمہ: آسانیاں پیدا کرو، تنگیاں پیدا نہ کرو، خوش خبریاں پھیلاؤ، نفرتیں مت پھیلاؤ۔

بلاشبہہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ہمیشہ اس فکر و نظر کو عام و تام کرتے ہوئے اپنی تعلیمات کے ذریعے مسلمانوں کو بے راہ روی، گمراہی اور بے دینی سے بچانے کی بھرپور کوشش فرمائی، جس کی بے شمار

نظیریں آپ کی تصانیف میں جابہ جا دیکھی جاسکتی ہیں۔ امام احمد رضا دین و مسلک کے ایک عظیم پاسبان و ترجمان کا نام ہے، جن کے فکر و مزاج میں ہرگز تلخی و سختی نہ تھی۔ یہ دیکھیے امام موصوف خود لکھتے ہیں "مقاصدِ شرع کا ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ رفق و تیسیر پسند فرماتی ہے، نہ معاذ اللہ تضییق و تشدید۔" (فتاویٰ رضویہ:۵/۱۰۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

ایک دوسری جگہ بڑی وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

"دیکھو! نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہوسکتے۔ اگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی؛ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتدا میں بہت نرمی کی گئی، مگر چوں کہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ ہوگئی تھی اور مصداق "ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ" حق نہ مانا، اس وقت سختی کی گئی کہ رب عزوجل فرماتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ" ترجمہ: اے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے: "وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً" لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔" (الملفوظ، ص:۳۲، حصہ اول، رضا اکیڈمی، ممبئی)

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کس قدر واضح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ نرمی اور آسانی میں فوائد ہیں؛ مگر پھر بھی مخالفوں کا یہ کہنا کہ وہ متشدد، سخت گیر تھے، بڑا ہی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ جب ایک قاری حیاتِ رضا کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ آخر ہر وقت امام احمد رضا ہی کو تنقید کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ ماہرِ رضویات، سعادتِ لوح و قلم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (کراچی) اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلفِ صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لیے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہیں۔ بہرکیف امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ، اور ناقدانہ مساعی کا شدید ردِّ عمل ہوا؛ طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کے لیے پوری توانائیاں صرف کی گئیں۔ اور جب تک یہ یقین نہیں ہوگیا کہ علمی سطح پر امام احمد رضا کی ہوا اکھڑ گئی، دم نہ لیا، شاید سطحی نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں یہ الزامات کوئی وقعت رکھتے ہوں، مگر تاریخ پر جن لوگوں کی گہری نظر ہے، ان کو معلوم ہے کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں، اور بعض سیاسی و مذہبی مصالح کی بنا پر بھی لگائے گئے ہیں۔"

(امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات، ص:۸۸)

محبتِ رسول ایمان ہی نہیں، بلکہ جانِ ایمان اور اصلِ ایمان ہے۔ امام احمد رضا جہاں ایک زبردست عالم، فقیہ اور محدث تھے، وہیں حضورِ اقدس ﷺ کے عشق میں سرشار تھے۔ فرماتے ہیں:

"اے عزیز! ایمان رسول اللہ ﷺ کی محبت سے مربوط ہے، اور آتشِ جاں سوز جہنم سے نجات ان کی الفت پر منوط، جو ان سے محبت نہیں رکھتا واللہ ایمان کی بو اس کے مشام تک نہ آئی۔ جانِ برادر! تو نے کبھی سنا ہے کہ جس شخص کو تجھ سے الفتِ صادقہ ہے، وہ تیری اچھی بات سن کر چین بہ چیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے، اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان و کانِ احسان، جس کے جمالِ جہاں آرا کا نظیر کہیں نہیں ملے گا اور خامۂ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا۔" (مجموعۂ رسائل مسئلۂ نور و سایہ، ص:۴۷، مطبوعہ رضا، اکیڈمی، ممبئی)

کتنے پیار بھرے انداز میں عشق و محبتِ رسول ﷺ کا پیغام دیا گیا ہے، اس قدر میٹھے بول میں بھی اگر کسی کو تشدد و تلخی نظر آئے تو اس کی آنکھ و دل کا قصور ہے۔ ایک غلام کا اپنے آقا کے ساتھ کیا انداز ہونا چاہیے، امام احمد رضا کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں: "اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشۂ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلا سے پوچھتا پھر کہ عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغ باغ ہو جانا، جامے میں پھولے نہ سمانا، یا ردِّ محاسن، نفیِ کمالات اور ان کے اوصافِ حمیدہ سے بہ انکار و تکذیب پیش آنا۔ اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضیٰ، نہ یہ غلامی کے خلاف ہے، تو تجھے اختیار ہے، ورنہ خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ۔ یقین جان لے کہ محمد ﷺ کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔" (نور و سایہ، ص:۶۷، رضا اکیڈمی، ممبئی)

جب دینِ اسلام میں تشدد و سختی ہے ہی نہیں تو امام احمد رضا جو اتباعِ شریعت اور پیرویِ سنّت میں اپنی مثال آپ تھے، وہ کیسے سختی

پسند اور تلخ آمیز گفتگو کرنے والے ہو سکتے ہیں؟ اگر آپ کے قلب و روح کو اب بھی تسکین نہ ہوئی ہو تو ٹھنڈے دل سے امام موصوف کے فتاویٰ کا یہ حصّہ بغور اور انصافِ نظر کے ساتھ پڑھ لیجیے، حقیقت آپ پر خود واضح ہو جائے گی۔ امام احمد رضا لکھتے ہیں:

"اے عزیز! دین بحمد اللہ آسانی و سماحت کے ساتھ آیا، جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق و نرمی ہے اور جو تعمق و تشدد کو راہ دے گا یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وبشروا" (بخاری: ۱/۱۰، رقم: ۳۹، کتاب الایمان) بے شک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، اس لیے میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب ہو جاؤ اور بشارت دیتے رہو۔" (فتاویٰ رضویہ: ۲/۱۰۶)

جو دین خود رفق و نرمی کے ساتھ ہی نازل ہوا ہو اسے امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے سخت کیسے کر دیا، یہ بات تو ایک کم عقل و بے علم بھی نہیں کہہ سکتا، اور یہاں تو معاملہ بالکل الٹا ہے، بڑے بڑے جبّہ و قبّہ والے امام موصوف کو متشدد کہتے ہیں، خدا انھیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ جو شخص ہر موڑ پر مسلمانوں کو عزیز اور دینی بھائی کہہ کر پکارے وہ متشدد فی الدین ہو، یہ سمجھ سے بالا تر بات ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی عظمت و عزت اور رفعت و تعظیم کے متعلق کیا ہی خوب نرالے انداز میں قومِ مسلم کے لیے ایک پیغام تحریر فرماتے ہیں جو امعانِ نظر کے ساتھ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبار جل جلالہ سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہو گی، تمہارا بھی چرچا ہو گا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہیں ہو گا۔ آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نامِ نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و احجار، آہو و سوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیر خوار و معبودانِ کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے، ویسا ہی بہ زبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکنافِ عالم میں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمد رسول الله" کا غلغلہ ہو گا۔ جز اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہو گا، مسبحان ملاء اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، ادھر تمہارے محمود ورود مسعود کا حکم دوں گا، عرش و کرسی، ہفت اوراق سدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر "اللہ" لکھوں گا "محمد رسول اللہ" بھی تحریر فرماؤں گا۔ اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں، جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح و ستائش اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں گے اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیصِ شان اور محو فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا؟ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں، تو اہل ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے، بے ساختہ پکار اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محو فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بہ روز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و ناامیدی کر لینا مناسب ہے، ورنہ بربِ کعبہ ان کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔"

عظمت و رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان تحریر کرنے کے بعد بطورِ نصیحت لکھتے ہیں: "اے عزیز! سلف صالح کی روش اختیار کر اور ان کے قدم پر قدم رکھ، ائمۂ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم و قبول رہا ہے۔ جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کر دیا، اسے مرحبا کہہ کر لیا، اور جیبِ جان میں بہ طیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ کبھی نہ کہا کہ غلط ہے، باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں۔ نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس

کے ذکر سے باز رہتے، بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے اور کیوں نہ ہو، مقتضی عقل سلیم کا یہی ہے۔" (مجموعہ رسائل مسئلہ نور وسایہ، ص:۷۷،۷۶۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئ)

فرقۂ ناجیہ (یعنی اہلِ سنت و جماعت) کی اتباع و پیروی کے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کار ساز رہنا موافقت اہلِ سنّت میں ہے، اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ۳/۲۹۲، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئ)۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے یہاں تشدد نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تشدد کہاں اور کن کی کتابوں میں ہے، خواجہ حسن نظامی کی زبانی سنیے، وہ کیا فرماتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہیے، ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں، مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے۔ وہ بہت جلد کفر کا فتویٰ دوسروں پر لگا دیتے ہیں، مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسماعیل دہلوی اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں، جن کو سال ہا سال صوفیاے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت بد کلامی برتی گئی ہے، اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعتِ صوفیا علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صف شکن اور سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔" (سہ ماہی افکارِ رضا، ممبئ، ٹائٹل، اپریل تا جون، ۲۰۰۶ء)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ مسلمانوں کے بہت بڑے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ جو ہمدرد ہوتا ہے اسے ہمدردی ہی کی فکر ہوتی ہے، اب اس ہمدردی کو کوئی کم عقل تشدد سمجھے تو اس کا کیا کیا جا سکتا ہے، بس اس کے حق میں عقلِ سلیم کی دعا کی جا سکتی ہے۔ بد مذہبوں سے میل جول، روابط و تعلقات کے بارے میں موصوف علیہ الرحمۃ ولرضوان کا یہ اقتباس بڑا ہی پر مغز، فکر انگیز اور معنیٰ خیز ہے۔ امام موصوف لکھتے ہیں:

"مسلمانو! ذرا ادھر خدا اور سول کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو، اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلا وجہ فحش مغلظہ گالیاں دینا اپنا شیوہ کر لیں، بلکہ اپنا دین ٹھہرا لیں، کیا تم ان سے بہ کشادہ پیشانی ملوگے؟ حاشا ہرگز نہیں، اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں انسانیت ہے، اگر تم اپنی ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو انھیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں خون اتر آئے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارا نہ کروگے، للہ انصاف! صدیق اکبر و فاروق اعظم زائد یا تمہارے ماں باپ، ام المومنین عائشہ صدیقہ زائد یا تمہاری ماں، ہم صدیق و فاروق کے ادنیٰ غلام ہیں، اور الحمد للہ کہ ام المومنین کے بیٹے کہلاتے ہیں، ان کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں، جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے برے ناخلف بیٹے ہیں، ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو، اور تمہارا کام۔" (الملفوظ، ص:۹۸، حصہ اول)

قارئینِ کرام! ان تمام تر تفصیلات و تحریرات کی روشنی میں آپ پر یہ بات عیاں ہو چکی ہو گی کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی بہت رحم دل، سنجیدہ، اور قومِ مسلم کے بہت عظیم خیر خواہ تھے۔ اخلاقی خوبیوں سے خوب مالا مال تھے، وہ ہر گز متشدد نہ تھے۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی مبارک پور کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنا مضمون ختم کر رہا ہوں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا اپنے آقا مدنی تاج دار صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام اور پکے وفادار تھے۔ انھوں نے اپنے آقا کی سنتوں سے کبھی سر مو انحراف نہیں کیا۔ وہ کاروبارِ حیات سے لے کر محراب و منبر تک شریعت و طریقت کے پابند رہتے تھے۔ جس کی آنکھوں میں اخلاقِ نبوی کی تصویریں تیرتی ہوں وہ کبھی ترش رو نہیں ہو سکتا، جو نبیِ رحمت کی اداؤں کا داعی ہو، کبھی شدت پسند نہیں ہو سکتا۔ وہ سراپا انسانیت تھے، حقوقِ انسانی کی ادائیگی ان کا طرۂ امتیاز تھا، تواضع وانکساری ان کا وصفِ جمیل تھا۔ ان کی دل آویز زندگی کا مطالعہ کیجیے، محبت ہی محبت نظر آئے گی۔"

# انوارِ شہر شفاعت نگر[۱]

## حدائق بخشش کی روشنی میں شانِ رسالت بعنوان شانِ شفاعت ﷺ بزبانِ اعلیٰ حضرت

**شہزاد احمد** (ریسرچ اسکالر)

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے[۲]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ر شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔[۳] آپ ۱۸۵۷ء کے غدر سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے جو مسلمانوں کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور ابتلا و آزمائش کے دور سے عبارت ہے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی (م۔ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی (م۔ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) جیّد و ممتاز علما میں شمار کیے جاتے تھے۔[۴]

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے والدِ گرامی اور دوسرے اساتذہ سے علومِ معقول و منقول کی تحصیل کی۔ اپنے والد کے قائم کردہ مدرسے سے چودہ سال سے بھی کم عمر میں درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد سندِ فراغت سے سرفراز ہوئے۔ سندِ فراغت والے دن یعنی ۱۴ر شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو پہلا فتویٰ لکھا۔ اسی دن سے آپ نے فروغِ دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اعلیٰ حضرت ۵۵ علوم و فنون سے واقف تھے۔[۵] ایک ہزار سے زیادہ کتب چھوٹی بڑی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں تحریر فرمائیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے والدِ گرامی کے ساتھ مارہرہ شریف میں سیّد آلِ رسول قادری مارہروی قدس سرہٗ (م۔ ۱۲۹۶ھ) سے بیعت ہوئے۔ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت بھی آپ کو حاصل تھی۔

اعلیٰ حضرت کا انتقال ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی (بھارت) میں ہوا۔ مدرسۂ منظرِ اسلام کے ساتھ ایک احاطے میں مدفون ہوئے۔ آپ نے کل ۶۵ سال کی عمر پائی۔ نصف صدی تک آپ نے قلمی جہاد کے ذریعے عشقِ رسول کی تحریک کو پروان چڑھایا۔

مولانا احمد رضا خاں کی اہم تصانیف مختلف موضوعات پر بڑی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں، تین معرکۃ الآرا کتب جو فی الواقع تاریخی کارناموں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (قرآن پاک کا اُردو ترجمہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء)۔ علوم قرآن کے حوالے سے آپ کا اُردو ترجمہ امتیازی شان کا مالک ہے۔ دیگر تراجم کے تقابلی مطالعے سے اس کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (۱۲ جلدیں)۔ فتاویٰ رضویہ میں تین زبانوں یعنی عربی، فارسی اور اُردو میں فتوے شامل ہیں۔ اس کے مطالعے سے مولانا احمد رضا خاں کی تبحرِ علمی اور وسعتِ نظری کا پتا چلتا ہے۔

۳۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء)۔ آپ کا نعتیہ دیوان تین حصوں پر مشتمل ہے، جس میں اُردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی نعتیں شامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عشاقانِ رسول ﷺ کی فہرست میں ہوتا ہے۔ آپ مقبولِ بارگاہ شعرا کی صف میں شامل ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام بلاغتِ نظام آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ جیسے جیسے شعبۂ نعت کو فروغ مل رہا ہے آپ کی نعتیہ شاعری کی پزیرائی میں بھی روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ حدائق بخشش کا سال تصنیف ۱۳۲۵ھ ہے۔ اس نعتیہ دیوان کو ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ایک صدی گزر جانے کے باوجود یہ نعتیہ دیوان شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

لفظِ شفاعت (ش۔ف۔ا۔ع۔ت) عربی زبان کا مادہ ہے۔ یہ اسم ہے اور مؤنث ہے۔ اِس کے لفظی معنیٰ ''گناہوں کی معافی کی

سفارش" کے ہیں۔ "شفیع" بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور صفت سے موسوم ہے۔ اس کے معنٰی "شفاعت کرنے والا"، "شفعہ کا حق رکھنے والا"۔ شفیع الامم اُمّت کی شفاعت کرنے والے اور شفیع محشر حشر کے دن شفاعت کرنے والے ہیں۔ آپ بلاشبہ شفاعت کنندہ اور شفاعت گر ہیں۔ شانِ شفاعت کی بہار روزِ محشر دیکھنے سے تعلق رکھتی ہوگی۔

حدائق بخشش درحقیقت وثائق بخشش ہے، مژدۂ بخشش ونجات ہے، سرمایۂ حیات ہے، پروانۂ بخشش، ترانۂ بخشش اور پیمانۂ بخشش ہے۔ وسیلۂ بخشش اور سلیقۂ بخشش ہے۔ وثیقۂ بخشش، طریقۂ بخشش اور نغمۂ بخشش ہے۔ حدائق بخشش دراصل خزینۂ بخشش ہے۔ سفینۂ بخشش اور دفینۂ بخشش ہے۔ آفتابِ بخشش، ماہتابِ بخشش، انوارِ بخشش و اعلانِ بخشش ہے۔ مجھے کہنے دیجیے کہ یہ کلیدِ بخشش ہے، شفاعت کی نوید ہے، عاصیوں کا سہارا ہے۔

ہمارا موضوع صرف اور صرف شانِ شفاعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے۔ ہم نے اپنے اس مقالے میں حدائق بخشش سے صرف ایسے شفاعتیہ اشعار کا انتخاب کیا ہے جس میں شہرِ شفاعت نگر کی باتیں موجود ہیں۔ شافعِ محشر، شافعِ عاصیاں، شفیعِ روزِ جزا، شفیع المذنبین ﷺ کے کرمِ بے پایاں کا نت نئے انداز سے تذکرہ ہے۔

شانِ رسالت بعنوان "شانِ شفاعت بزبان اعلیٰ حضرت" ایک اچھوتا موضوع ہے۔ اس سے پہلے اس انداز اور اس نہج پر کوئی کام ہمارے سامنے نہیں ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کوثر و تسنیم میں دھلی ہونے کی وجہ سے حدائق بخشش کا ہر لفظ، ہر مصرعہ، ہر شعر اور ہر نعت مقبولیت کے مقام پر فائز ہے۔ مولانا کی نعتیہ شاعری کے مختلف پہلو ہمارے سامنے موجود ہیں جن پر علیحدہ علیحدہ مقالات تحریر کیے جاسکتے ہیں۔ عشقِ رسول میں گُندھی اس نعتیہ شاعری کا حق پھر بھی ادا نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دیوان کی مختصر تشریح "سخنِ رضا مطلب ہائے حدائق بخشش" مولانا اوّل قادری رضوی سنبھلی کی رشحاتِ فکر کی آئینہ دار ہے۔ میں نے تمام اشعار کی تشریح میں مولانا اوّل قادری کی تحریر کو من وعن استعمال کیا ہے۔ یہ کتاب مکتبۂ دانیال، اُردو بازار، لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔ سالِ اشاعت کتاب پر ندارد ہے۔ البتہ "مطلب ہائے حدائق بخشش" کے اعداد ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء موجود ہیں۔

شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ اور شانِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں کی فکرِ شفاعت اور ذکرِ شفاعت کے انداز و آہنگ کی وسعت کی کہکشاں دیکھیے:

خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا [۱]

میں ذلیل مجرم گنہگار ہوں، میرے آقا آپ تو رافع (دور کرنے والے) نافع (فائدہ پہنچانے والے) شافع (بخشوانے والے) القابات کے حامل ہیں تو میں کیوں فکر کروں۔[۲]

اِدھر اُمّت کی حسرت پر اُدھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا

شفاعت کے لیے گھومنے والی آنکھ کا عجیب و غریب، انوکھا انداز ہوگا، اِدھر اُمّت کے گناہوں پر ندامت، اُدھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید لاتقنطوا من رحمۃ اللہ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور رحمت کون ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن ہم نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رحمت سرکارِ ابد قرار ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ سے بالکل مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ مایوس ہونا کفر ہے۔

اب تولائی ہے شفاعت عفو پر
بڑھتے بڑھتے عام ہو ہی جائے گا

آپ کی شفاعت نے اللہ تعالیٰ کو بخشش پر تیار کرلیا ہے تو بڑھتے بڑھتے بخشش عام ہو جائے گی۔

یہ کیسے کھُلتا کہ ان کے سوا شفیع نہیں
عبث نہ اوروں کے آگے تپیدہ ہونا تھا

ہم میدانِ محشر میں بلاوجہ انبیا علیہم السلام کے روبرو شفاعت کے لیے تڑپتے، گڑگڑاتے رہے، اگر ایسا نہ کرتے تو یہ عقدہ کیسے حل ہوتا کہ حضور شافع یوم النشور کے علاوہ کوئی شفیع نہیں، سب یہی فرمائیں گے۔ نفسی نفسی اذھبوا الیٰ غیری آج ہمیں اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ۔

مرے کریم گنہ زہر ہے مگر آخر
کوئی تو شہدِ شفاعت چشیدہ ہونا تھا

میری بخشش فرمانے والے گناہ تو زہر کی مثل ہے، آخر کار کسی نے تو شفاعت کے شہد کا ذائقہ چکھنا ہی تھا اس زہر کو پی کر شفاعت کا تریاق آپ سے حاصل کرنا تھا۔

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طائرِ سدرہ نشیں مرغِ سلیمانِ عرب

عرب کے سلیمان سلطانِ دو جہان ﷺ کا مرغ جو سدرہ پر بیٹھنے والا پرندہ جبرائیل ہے عرش سے ملکہ بلقیس یعنی شفاعت کی خوش خبری لایا۔ جیسے ہدہد نے ملکہ بلقیس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی تھی اس طرح جبرئیل امین نے نبی محترم سیّد عالم ﷺ کو شفاعت کی خوشخبری دی۔ اسی شعر کی تشریح ذرا واضح انداز میں "وثائقِ بخشش شرح حدائقِ بخشش" (حصّۂ اوّل) کے اوّلین شارح مولانا مفتی غلام یٰسین رازؔ امجدی اعظمی نے پیش کی ہے۔[۸] رازؔی امجدی فرماتے ہیں کہ "حضرت جبرئیل علیہ السلام جو سلیمانِ عرب یعنی تاجدارِ مدینہ ﷺ کے لیے بمنزل ہدہد (قاصد) ہیں جس طرح سلیمان علیہ السلام کے قاصد ہدہد نے ملک سبا سے آکر ملکۂ سبا بلقیس کا مژدہ سلیمان علیہ السلام کو سنایا تھا اسی طرح عرشِ الٰہی سے حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام گنہگار اُمّت کے لیے مژدۂ شفاعت لے کر حضور کے پاس آئے۔"

اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

اے صاحبِ مقام سلطان المرسلین شفیع المذنبین ﷺ اپنے گناہ گار اُمتیوں کی خبر گیری فرمایئے، خدا کا واسطہ میری خبر لیں مجھے آپ کی مدد و شفاعت کی اشد ضرورت ہے۔

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

یا شفیع المذنبیں ﷺ آپ کی شفاعت و سفارش کا بہت زیادہ خواہش مند ہوں اور حضور ﷺ گناہ گاروں کے دفتر رجسٹر میں مجھ سے بڑھ کر بڑا کوئی گناہ گار نہیں ہے میں اپنی مثال آپ ہوں۔

آخرِ حج غمِ اُمّت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختو کی شفاعت کو سدھارے گیسو

آخری حج (یعنی حجۃ الوادع) میں حضور ﷺ نے اُمّتِ عاصی کے غم میں پریشان ہو کر گناہ گار اُمتیوں کی شفاعت کے لیے اپنے گیسوئے مبارک سنوارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شفاعتی لا ھل الکبائر میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

شفاعت کے آغاز کا مژدہ (خوشخبری) سُن کر گیسوئے مبارک جھکے پڑتے ہیں اور سجدہ ادا کرنے کا اشارہ کرتے ہیں۔

گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو

اگر حضور ﷺ اپنی زبانِ مبارک سے (وہ زبان جو اپنی مرضی سے کچھ ارشاد نہیں فرماتی؛ وہ جو کچھ بولتی ہے وحی الٰہی سے بولتی ہے)۔ و ماینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی، میری شفاعت کا وعدہ فرمائیں تو ہمیں اپنے گناہ گارو نافرمان ہونے کی فکر سے نجات مل جائے گی۔

سب تمہارے آگے شافع
تم حضورِ کبریا ہو

تمام انبیا علیہم السلام آپ کے دربار میں سفارش کریں گے اور آپ بارگاہِ باری تعالیٰ میں سب کی شفاعت کریں گے۔ اللہ فرمائے گا، اے محمد ﷺ! سر اٹھائیں سوال کیجیے پورا کیا جائے گا شفاعت کریں قبول کی جائے گی۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پر ہیزگاری واہ واہ

واہ واہ سبحان اللہ، اے آقا و مولیٰ ﷺ آپ کی شفاعت لذت اور خوشیوں کی کتنی ترقی دینے والی ہے کہ گناہوں کو اُدھار لے کر تقویٰ و نیکوکاری عنایت کرتی ہے۔

عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں
چھنٹ رہی ہے مجرموں کی فرد ساری واہ واہ

اس غفور و رحیم کی بارگاہ میں حضور ﷺ کی شفاعت اہل کار یا پیش کار کے فرائض انجام دے رہی ہے، گناہ گاروں کی فہرستوں کی سبحان اللہ چھٹائی ہو رہی ہے۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

اللہ کے روبرو اپنی اُمّت کو شفاعت کی خوش خبری سنا کر شاد فرمائیں گے، خود بارگاہِ ایزدی میں رو رو کر شفاعت کریں گے اور ہم گناہ گاروں کو ہنسائیں گے۔ آپ نے فرمایا: شفاعتی لاھل الکبائر؛ میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

اے گناہ گارو! گھبرانے کی ضرورت نہیں ذرا صبر سے کام لو اب شفاعت کی گھڑی نزدیک ہے۔ محشر کے دولہا، شفیعِ روزِ جزا، بے سہاروں کا سہارا، شفاعت کا تاج سر پر رکھ کر انا لھا فرماتے ہوئے اہلِ محشر کی شفاعت فرمانے کے لیے بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہیں۔ ارشادِ باری ہوگا: یا محمد ارفع راسك سل تعط واشفع، آپ بابِ شفاعت کھلوا کر اپنے امتیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

زاہد ان کا میں گنہ گار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

اپنی عبادت پر ناز کرنے والے اے زاہد میں نے گناہ کیا ہے؛ جو میرے شفیع روزِ جزا ہیں جن کا فرمان ہے: شفاعتی لاھل الکبائر؛ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے میری شفاعت ہے۔ کیا اتنی نسبت و تعلق مجھ کو کافی نہیں تو کیا سمجھتا ہے۔

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روزِ جزا کا کہوں تجھے

میں گناہ گار ہوں اے شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ جزا و سزا کے دن یعنی میدانِ محشر میں ہم جیسے گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع محشر مان کر اپنی معافی کا سامان کیوں نہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محشر کا دولہا کیوں نہ کہوں۔ اس دن ربّ العالمین قہر وجلال میں ہوگا کسی کو شفاعت کی جرأت نہیں ہوگی، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے قہر وعذاب کو رحم وعافیت میں تبدیل کریں گے، شفاعت کا سہرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ہوگا۔

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفّار ہے

اے گناہ گارو تمہارے لیے ہمیشہ کی خوش خبری ہے کہ تمہاری شفاعت کرنے والے متقی نیکوکاروں کے سردار نبیوں کے امام محبوب ربّ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اے مجرمو! تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ مغفرت اور معاف کرنے والا ہے۔

مجھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

مجھ سے بڑا گنہ گار کوئی نہیں ہے اور ان جیسا شفیق و شفیع کہاں دستیاب ہو سکتا ہے۔ اے دل پھر تجھ کو وہم ہے کہ وہ تجھ کو بھول جائیں گے، یہ تیرا خیالِ خام ہے۔ ان کا تو ارشاد ہے: شفاعتی لاھل الکبائر (میری شفاعت گناہِ کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہے) انہوں نے تو وقتِ ولادت و وصال اُمّتی فرمایا ہے (اے رب میری اُمّت کو معاف کر دے) جو تجھ کو اس وقت نہ بھولے وہ میدانِ محشر میں کیسے فراموش کر دیں گے۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

میری بداعمالیوں کے رجسٹر حساب کے لیے کھلے ہیں اور اللہ تعالیٰ قہر وغضب میں ہے، اے محشر کے دولہا، شفیع روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا یہ غلام سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ میری خبر لو مجھے عذاب سے بچاؤ کیونکہ آج کے دن آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے کے لیے تیار نہیں سب اذھبوا الیٰ غیری (میری سوا کسی اور کی طرف جاؤ) فرما رہے ہیں۔ صرف آپ انا لھا فرماتے ہیں۔

گنہ گاروں کو ہاتف سے نویدِ خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لیے احمد ساوالی ہے

اے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمّت کے گنہ گاروں کو غیبی فرشتے نے بہتر انجام کی خوش خبری دی ہے کہ اے گنہ گارو! تم کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مبارک ہو تمہاری شفاعت کے لیے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ذوالجلال میں سوال کر دیا ہے؛ بس منظوری ہونے والی ہے۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے اے محبوب میں تم کو راضی کروں گا، آپ نے فرمایا میں ہرگز راضی نہیں ہوؤں گا اگر میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں ہوگا، میں سب کو جنت میں داخل کرا کے راضی ہوں گا۔

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

آپ کے سوا کس کی یہ مجال ہے کہ میدانِ محشر میں رضا کی شفاعت کر سکے کیونکہ میدانِ محشر میں شفاعت کے دولہا تو صرف آپ ہی ہیں۔ سب کو اپنی فکر ہو گی مگر آپ کو ہم گنہ گاروں کی فکر ہو گی۔ آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے، زبانِ مبارک پر انا لہا ہو گا۔

ترے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اس کی
زبانِ بے زبانی ترجمانِ خستہ جانی ہے

آپ کے بھکاری کا چپ رہنا زبان خاموشی میں شفاعت کا چاہنا ہے؛ اس کا نہ بولنا بھی اس کی بدحالی روحانی ناکامی کی ترجمانی کرتا ہے اس کی تو صورت ہی سوال ہے وہ اور مزید کیا سوال کرے، آپ تو دلوں کے حال جانتے ہیں۔

وہ سر گرمِ شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھانی ہے

آپ اپنی امّت کے گنہگاروں کی شفاعت کے لیے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے موتیِ آبدار کی مثل نور افشانی کر رہے ہیں۔ آپ نے اس کے کام کا عطر لباس پر لگا رکھا ہے اور جس جگہ پر آپ رونق افروز ہیں وہ جگہ خوشبودار صندل کی ہے، آپ کولہو کی کھل سے رحمت کا روغن کشید کر رہے ہیں کہ اپنی اُمّت کے گرد آلود خشک سروں کے بالوں کو رحمت کے تیل سے چکنا مجلّا و مصفّا کر دیں۔

گرتے ہووں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اُٹھائی ہے

گناہوں کے بوجھ سے گرنے والوں کو خوش خبری سنا دو کہ شفیعِ روزِ جزا محشر کے دولہا ہمارے آقا و مولیٰ علیہ التحیۃ والثنا اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہیں، اپنے اُمّتیوں کے گناہوں پر رو رو کر شفاعت کی ابتدا کر دی ہے۔ رب حب لی اُمّتی کا ورد جاری ہے (اے رب میری اُمّت کے گناہ گاروں کو معاف فرما دے) مجھے ان کے بارے میں اجازت دے کہ میں ان کو جنّت میں داخل کر دوں۔ ارشاد ہو گا، اے محمد ﷺ سر اُٹھاؤ سوال کرو پورا کیا جائے گا، شفاعت کرو قبول ہو جائے گی۔ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب تک میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں ہو گا میں راضی نہیں ہووں گا۔ اپنی اُمّت پر آپ کی یہ شفقت ہے۔

حرزِ جاں ذکرِ شفاعت کیجیے
نار سے بچنے کی صورت کیجیے

جان کی پناہ کے لیے شفاعت کے ذکر کا تعویذ تیار کر لیں تا کہ دوزخ سے بچنے کی کوئی شکل پیدا ہو سکے۔ ہمارے اعمال تو ہم کو عذابِ جہنم سے نہیں بچا سکتے، صرف اور صرف آپ کی شفاعت سے عذابِ دوزخ سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔

رسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے ان کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیعِ روزِ شمار ہے

انبیا مرسلین اور فرشتوں پر درود و سلام نازل ہو ان کی تعداد اور گنتی کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان تمام انبیا مرسلین، ملک مقربین میں ایسا کوئی ایک بھی نہیں ہے جو میدانِ محشر میں قیامت کے دن کسی کی شفاعت کرے جب تک آپ شفاعت کی ابتدا نہ کریں گے اور جنّت میں اپنی اُمّت کو داخل نہ کر لیں گے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا سب آپ کے منتظر ہوں گے کیونکہ محشر کے دولہا آپ ہیں، سب کے لب پر نفسی نفسی اور آپ کے لب پر انا لہا ہو گا۔

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نویدان بُشَر کی ہے

جس نے میرے مزار پاک کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی، انسان کو شفاعت کی خوش خبری جن کی معرفت حاصل ہوئی ان پر بے شمار درود نازل ہوں۔

طیبہ میں مَر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھ بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

طیبہ میں مر کے آنکھیں بند کر کے ٹھنڈک بھرے راستے میں چلے جاؤ، کیونکہ یہ سڑک سیدھی شفاعت نگر شہر کی طرف جاتی ہے۔ آپ کا فرمان: من استطاع منکم ان یموت بالمدینہ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا (جو شخص تم میں سے مدینے میں مرنے کا خواہش مند ہو اس کو چاہیے کہ مدینے میں مرے جو مدینے میں مرے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا)۔

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضؔا ترے دامانِ تر کی ہے

اے رضؔا دیکھ وہ شفاعت کی ہوا آہستہ آہستہ چلنے لگی ہے تا کہ

تیرے گیلے دامن کو خشک کر دے۔ اے رضا یہ تیرے گیلے دامن کی عزت و توقیر ہے جو گناہوں پر پشیمانی کے آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا اب وہ شفاعت کی ہوا سے خشک ہو جائے گا۔

ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

حضور ﷺ نے ابھی براق کی رکاب میں پاؤں رکھا تھا اور زمین تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کی سلامی کے لیے توپوں نے گولے چھوڑنے شروع کر دیے اور آپ کی اُمّت کی مغفرت کی نوید سنائی گئی تو شفاعت کرنے والوں کے سردار احمدِ مختار محبوبِ کردگار ﷺ نے گناہ گار انِ امّت کو مبارک باد دی اور گناہ گار مست و متوالوں کی مثل جھوم رہے تھے۔ مستوں کا جھومنا بھی عبادت سے کم نہیں۔

نبیِ رحمت شفیعِ اُمّت رضؔا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

اے رحمت کرنے والے نبی اور اپنی اُمّت کے شفاعت کرنے والے آقا ﷺ اللہ کے واسطے خدارا رضؔا کو بھی اپنی رحمت سے کچھ عنایت فرمایئے ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس کو بھی عنایت فرمائیں جو اللہ نے اپنی خاص الخاص رحمت سے مقام دنیٰ میں آپ کو عنایت فرمائے تھے۔

تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

اے آقا و مولیٰ ﷺ آپ ہی نیک و معصوم حضرات کے سردار و حاکم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ انعامات کو آپ ہی تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ یعطی وانا قاسم (اللہ دیتا ہے آپ تقسیم فرماتے ہیں)۔ آپ مصیبت اور بلا کو دور کرتے ہیں اور غلطی کو معافی دلاتے ہیں اس جہان میں آپ جیسا کوئی نہیں آیا۔ تم بے مثال کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیوں کر ہو۔ اس بے مثل نے آپ کو بے مثل پیدا فرمایا، سائے میں مماثلت ہوتی ہے اسی لیے آپ کا سایہ بھی نہیں تھا۔

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروروں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروروں درود

قیامت کے دن میدانِ محشر میں گنہ گار انِ اُمّت کی شفاعت کرنے والے آپ پر کروڑوں مرتبہ درود و سلام نازل ہوں اور تمام بلا و مصیبت کر دور کرنے والے آپ پر کروڑوں مرتبہ درود و سلام پیش ہوں۔

نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم
تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروروں درود

اے آقا و مولیٰ ﷺ آپ نفع دینے والے، فائدہ پہنچانے والے، رنج و مصیبت و آلام کو دور کرنے والے اور قیامت کے دن میدانِ محشر میں شفاعت کرنے والے اور گرے پڑوں کو اُٹھانے والے صرف آپ اور صرف آپ ہیں۔ آپ سے بلند و برتر صرف آپ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، دوسرا آپ کا ہمسر کوئی نہیں ہے۔ آپ پر کروڑوں مرتبہ درود و سلام کی برسات ہو۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

حضور شفیع و شافعِ یوم النشور ﷺ کی پیشانیٔ مبارک پر یومِ محشر شفاعت کا سہرا اللہ تعالیٰ باندھے گا تو اس بلند اقبال پیشانی پر لاکھوں سلام نازل ہوں۔ قیامت کے دن جمیع اہلِ محشر خائف و پریشان ہوں گے۔ سورج سوا نیزے پر ہو گا، گرمی و پسینہ سے برا حال ہو گا، دن پچاس ہزار سال کا ہو گا؛ آپس میں مشورہ کریں گے: ہم سب کو اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کرنی چاہیے تو جمیع اہلِ محشر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اے ابو آدم آج ربِّ ذوالجلال کی بارگاہ میں آپ ﷺ ہماری شفاعت کریں ہم کو اس عذاب سے نجات دلائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: نفسی نفسی اذهبو الی غیری۔ آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ تو اہلِ محشر حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر اولوالعزم انبیاءِ کرام کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کرتے اور یہی جواب سنتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، آپ فرمائیں گے تم لوگ اِدھر اُدھر کیوں بھٹک رہے ہو تم سب کی شفاعت حضور شافعِ یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرمائیں گے۔ ان کے پاس جاؤ اہلِ محشر بارگاہِ رسالت میں پیش ہو کر عرضِ مدعا کریں گے، آپ فرمائیں گے: "انالها انالها" میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں۔ شفاعت کا سہرا آپ کے سر پر باندھا جائے گا۔ آپ

تاجِ شفاعت پہن کر گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا: "شفاعتی لاھل الکبائر" میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے، آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر عرش کے سامنے سجدہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "یا محمد ارفع راسك سل تعط واشفع تشفع" اے محمد ﷺ سر کو سجدے سے اُٹھایئے، سوال فرمایئے، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا، شفاعت کی سفارش فرمایئے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اشکباریِ مژگاں پہ برسے درود
سلکِ درِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

اپنے گناہ گار اُمتیوں کی شفاعت کرتے وقت پلکوں سے آنسو کی بارش پر رحمتِ پروردگار کی برسات ہو اور اس شفاعت کے موتیوں کی لڑی پر لاکھوں سلام نازل ہوں جو شفاعت کرنے کے وقت آپ کی چشمانِ مبارک سے بارش کی مثل برسیں گے۔

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ نے اپنی کمر پر گناہ گاروں کی شفاعت کے ارادے سے پٹی کھینچ کر باندھی، اس کمر پر گناہ گاروں کی شفاعت کے بدلے لاکھوں سلام نازل ہوں۔ امام احمد، ابن ماجہ، ابنِ سعد، ابونعیم، بیہقی نے ابنِ عباس اور ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک خشک کھجور کے درخت سے پشت (کمر) لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ چند صحابہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا ہم آپ کے لیے منبر تیار کرادیں، آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ دیا کریں، آپ نے اجازت عنایت فرمادی تو تین درجے کا منبر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ مسجدِ نبوی میں اس منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کیا، تو اُس کھجور کے درخت (استن حنانہ) نے اونٹ کی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ آپ اس کی آواز سن کر منبر سے اُترے اس کے پاس تشریف لائے، اس کو آپ نے سینے سے لگایا اور اس پر دستِ شفقت پھیر کر فرمایا اے ستون اگر تو چاہے تو تجھ کو اس دنیا میں درختِ سرسبز و شاداب کر دیا جائے یا جنّت میں خوبصورت درخت کر کے لگادیا جائے، تو اس استن حنانہ نے جنّت میں رہنا پسند کیا اور رونا بند کر دیا۔ آپ نے اس کو دفن کر دیا۔ آپ کے کمر لگانے سے اس خشک درخت میں حیاتی پیدا ہو گئی تھی۔

قارئینِ کرام! آپ نے فکرِ رضا شانِ شفاعت کے حوالے سے ملاحظہ کی۔ شانِ شفاعت کا عنوان بلاشبہ نعتیہ دیوان حدائق بخشش کا سرنامہ ہے۔ اگر آپ اس پورے نعتیہ دیوان کا مطالعہ فرمائیں گے تو ایسے سینکڑوں موضوعات آپ کی آنکھوں کو نمی اور قلب کو گداز بخشیں گے۔

## حوالہ جات

۱۔ راقم کا یہ مضمون "انوارِ شہرِ شفاعت نگر" کے عنوان سے دوماہی "سربکف" کراچی کے "سیرت نمبر" (بعنوان شانِ شفاعت) ۲۰۰۹ء میں صفحہ ۲۵۱ تا ۲۶۲ میں شائع ہوا ہے۔ یہی مضمون حوالوں اور ضروری نوٹس کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ تاکہ دنیائے سنّیت بھی "شہر شفاعت نگر" کی اصطلاح سے اپنے ایمان میں حرارت پیدا کر سکے۔

۲۔ محدّث بریلوی، احمد رضا خاں، امام، حدائق بخشش، ناشر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۲۵ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی۔ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، صفحہ ۱۳۹۔

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، عبقری الشّرق مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ناشر: ادارۂ مسعودیہ ۲/۶، ۵۔ ای ناظم آباد، کراچی۔ ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء، صفحہ ۶۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ اس مضمون کی تیاری میں تمام اشعار ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی "حدائق بخشش" سے لیے گئے ہیں، تاکہ کلامِ رضا درست انداز میں لوگوں تک پہنچ سکے۔

۷۔ کلامِ رضا کی مختصر تشریح کے لیے راقم نے "سخنِ رضا مطلب ہائے حدائق بخشش" (مطبوعہ مکتبہ دانیال، لاہور، س۔ن) سے استفادہ کیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں دیگر کلامِ رضا کے حوالے سے شائع ہونے والی شروح بھی میرے پیشِ نظر رہی ہیں، جن کا حوالہ میں نے موقع محل کی مناسبت سے دیا ہے۔

۸۔ اعظمی، رازؔ امجدی، غلام یٰسین، مولانا مفتی وثائق بخشش شرح حدائق بخشش (حصّۂ اوّل)۔ ناشر: مکتبہ امجدیہ دارالعلوم قادریہ رضویہ، ملیر سعود آباد، کراچی۔ باراوّل، فروری ۱۹۷۶ء، ص ۲۰۸۔

+ + + + +

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

# سلامِ رضا کے چند اشعار

**محمد جلال الدین قادری** (کھاریاں، گجرات)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی شاعری حضرت حسان، رومی، جامی، سعدی و غیر ھم (رضوان اللہ علیہم) نعت گو حضرات کے سلسلے کا تسلسل ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام اردو، فارسی، عربی اور ہندی زبانوں کے اُدبا اور شعرا کے نزدیک اساتذہ کے کلام کا ہم پلہ ہے۔ عشاق نے اسے حرزِ جان بنالیا ہے اور اسے قرآن و حدیث سے مستنبط جانا۔ حق بات یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی قرآنِ مجید سے سیکھی، اپنے کلام کی اصلاح کسی سے نہ کی، اس طرح کے نعت گو تلمیذ الرحمٰن کہلاتے ہیں۔ یوں تو آپ کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" پورے کا پورا انتخاب ہے مگر اس میں سے سلام بارگاہِ مصطفیٰ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات کا مقام منفرد ہے۔ یہ سلام نعتیہ شاعری کی معراج ہے۔ جلیل القدر شعرا نے اس پر تضمینیں لکھی ہیں۔ محراب و منبر پر اسے پڑھا جاتا ہے۔ مدرسہ و خانقاہ میں اسے پڑھا جاتا ہے، عرب و عجم میں اسے محبت سے پڑھا جاتا ہے حتّٰی کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عین مواجہ شریف میں زائرین اسے پڑھتے ہیں۔ مدت سے خواہش تھی کہ اس سلام کی تشریح آسان اُردو میں کر دی جائے۔ ابھی [درج ذیل] چند اشعار کی تشریح لکھ سکا تو معلوم ہوا کہ مقتدر علما اس سلام کی شرح لکھ رہے ہیں۔ فقیر نے مزید شرح لکھنے سے قلم روک دیا۔ (محمد جلال الدین)

## شعر چہارم

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

## حلِّ لغات

**زباں:** (۱) بولی، مفہوم آواز، مجموعہ الفاظ جو کسی ملک یا قوم یا ملت یا جماعت کے درمیان باہمی اظہارِ خیالات کا ذریعہ ہو۔ (۲) عضو گویائی کا نام، جبیھہ۔ اس شعر میں دوسرے معنٰی مراد ہی [یعنی] قوتِ گویائی کا عضو۔

**کن:** ہوجا، یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا لفظ ہے جس پر کائنات پیدا ہوئی۔ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی علیہ رحمۃ الباری (متوفی ۷۹۱ھ) حقیقتِ "کن" کو نہایت جامع الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں: هو تمثيلٌ لتاثير قدرته في مراده بامر المطاع للمطيع في حصول المامور من غير امتناعٍ وتوقفٍ وافتقارٍ الیٰ مزاولة عملٍ و استعمال آلةٍ قطعا لمادة المشبهةً وهو قياس قدرة الله تعالیٰ علی قدرة الخلق۔ (تفسیرِ بیضاوی، جلدِ ثانی، مطبوعہ مصر (۱۳۳۰ھ)، ص ۱۹۳، ۱۹۴) خلاصۂ مفہوم یہ ہے: مامور بہ کے حصول میں مطیع و فرماں بردار اپنے مطاع کا حکم جس طرح تسلیم و قبول کرتا ہے۔ اسی طرح ذاتِ باری تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اپنی مراد (ارادہ کی ہوئی شے) میں تاثیر کرتی ہے۔ اس تمثیل میں یہ امر بھی ملحوظ اور بمنزلہ شرط کے ہے کہ امر اور مامور بہ میں امتناع اور توقف نہ ہو، اور کسی مشق، عمل اور استعمالِ آلہ کی قطعاً حاجت نہ ہو، اس قسم کی قدرت کی مثال سے خالق باری تعالیٰ کی قدرت کا بیان مقصود ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ شے فوراً موجود ہو جاتی ہے۔ صرف ارادہ فرمانا ہی اس کے وجود میں آنے کے لیے کافی ہے۔ شے کے موجود ہونے میں کوئی قدغن اور روک نہیں ہوتی، نہ کسی توقف کا تصور کیا جاسکتا ہے اور ایسا بھی نہیں کہ ارادہ فرمانے کے بعد کوئی عمل کرنا پڑے جس سے مراد، موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ و تقدس کا صرف ارادہ ہی کافی ہے۔ لفظ کن کی حاجت بھی نہیں۔ گویا لفظِ "کن" مراد کے فوری حصول کی تمثیل ہے۔

**نافذ:** جاری ہونے والا۔ ایسا حکم جس کی فرماں برداری کی جائے۔

**حکومت:** فرماں روائی، راج۔

احکامِ الٰہیہ دو قسم ہیں: (۱) امورِ تکوینیہ (۲) امورِ تشریعیہ

(۱) امورِ تکوینیہ: مثلاً احیاءِ اماتت، قضائے حاجت، دفعِ مصیبت، عطائے دولت، رزق، نعمت، فتح و شکست وغیرہا، عالم کے بندوبست۔

(۲) امورِ تشریعیہ: مثلاً کسی فعل کو فرض یا حرام، واجب یا مکروہ، مستحب یا مباح کر دینا۔

دونوں قسم کے امور بروجہ ذاتی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو: "ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم يأذن به الله" (الشوریٰ، ۲۱) ترجمہ: کیا ان کے لیے

اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دی ہیں جن کا اللہ نے حکم نہ دیا۔ نیز ارشاد ہوا: انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔(یٰسین۔۸۲) اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

ہاں! بروجہ عطائی، امورِ تکوینیہ اور امورِ تشریعیہ کی "اسناد" [نسبت] انبیا و اولیا کی طرف جائز ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "فالمدبرات امرا" (نازعات) ترجمہ: قسم مقبول بندوں کی، جو کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ السامی قطب ابدال اور قطب ارشاد کے دائرۂ اختیار و دائرۂ کار کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں: "پس تخلیق و ترزیق وازالہ بلیلات ورفع امراض وحصول عافیت وصحت منوط بفیوض مخصوصہ قطب ابدال است وایمان وہدایت وتوفیق حسنات وانابت از سئیات نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است" (معارف الدینہ، طبع لاہور(۱۳۷۶ھ) ص ۵۱، ۵۲)

اسی حقیقت کو حضور مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ السامی نے دوسرے انداز سے یوں بیان فرمایا ہے: "قطب ارشاد کہ جامع کمالات فردیت نیز بسیار عزیز الوجود ست وبعد از قرون بسیار و از منہ بیشمار ایں قسم گوہرے بظہور مے آید و عالم ظلمانی از نورِ ظہور او نورانی میگردد نور ارشاد وہدایت او شامل تمام عالم است، از محیط عرش تا مرکز فرش، ہر کسے را کہ رشد وہدایت وایمان و معرفت حاصل میشود از داہ اومے آید واز و مستفاد میگردد، بے توسط او ہیچ کس بایں دولت نے رسد، مثلاً نور ہدایت او در رنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا گرفتہ است۔" (مبدأ و معاد، طبع لاہور (۱۳۷۶ھ) ص ۷، ۸)

جامع رموزِ شریعت و حقیقت، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: "حضرت امیر وذریۂ طاہرہ او در تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند وامورِ تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔" (تحفۂ اثنا عشریہ۔ مطبوعہ ترکیہ، (۱۹۹۰ھ) ص ۴۳۰، ۴۳۱) ترجمہ: حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے۔ اور امورِ تکوینیہ کو اس سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ، درود و صدقات اور ان کے ناموں پر نذر و نیاز دینا رائج و معمول ہے۔

امورِ تکوینیہ میں مسلکِ مختار و مقبول عندالابرار یہ ہے کہ حضور سرکارِ مختار، سید الابرار ﷺ اور آپ کے نائبان فرماں برداروں کی زبان کن کی کنجی ہے۔ جو ان کی زبان پر جاری ہو، وہ ہو کر رہتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مظہر بھی انہیں بندگان حق کے آستان عرش نشان ہیں۔ کیا خوب فرمایا، امام احمد رضا قدس سرہ نے۔

بخدا، خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں، تو وہاں نہیں

امورِ تکوینیہ کو خلعتِ وجود عطا کرنے کے لیے مولیٰ کریم جل وعلا کی طرف سے لفظ کن کا ظہور ہوتا ہے۔ براہِ ادب، سید الانبیا محبوب و مختار، انبیائے کبار اور اولیائے ذی وقار امورِ تکوینیہ کے ظہور کے لیے عموماً "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" استعمال فرماتے ہیں۔ اگرچہ کن بھی فرما لیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الحق فرماتے ہیں: "وازابی الربیع سائح آورده کہ پرسید ازوے مردے کہ گفت، تعلیم "کن" مرا اسم اعظم، گفت، بنویس "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اطاعت کن خدا را تا اطاعت کند ترا، وگفتہ اند بسم اللہ الرحمن الرحیم از عارف ہمچو کن است از پروردگار تعالیٰ وتقدس۔" (مطالع السرات، ص ۳۲۳؛ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ لکھنؤ، جلد ثانی، ص ۲۲۶؛ جواہر البحار، جلد سوم، ص ۲۲۶) حضرت ابوالربیع سائح سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے اسمِ اعظم کی تعلیم کا سوال کیا، فرمایا: لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر تاکہ وہ تیری مراد پوری کرے۔ بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جس طرح حرفِ "کن" سے اللہ تعالیٰ ہر ارادہ پورا فرماتا ہے، (بلا تمثیل) "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے عارف باللہ ہر کام لیتا ہے۔

حضور سید الابرار، مدنی مختار علیہ التحیۃ والثناء الی یوم القرار اگرچہ باذنِ الٰہی وبعطائے الٰہی امورِ تکوینیہ اور امورِ تشریعیہ میں مختار و ماذون ہیں اور آپ کے دستِ قدرت اور زبان فیض بنیان سے ایسے امور کا بارہا ظہور ہوا، مگر سرِ دست سلام کے مذکورۂ بالا شعر کے حوالے سے آپ کی زبانِ مبارک سے امورِ تکوینیہ کے چند مظاہر کا بیان کرنے

سے پہلے ایک اصولی بحث کو احادیث، شارحین اور عرفائے حق کے اقوالِ نفیسہ سے مزین کیا جارہا ہے۔

سرکارِ دو عالم، مختارِ خالقِ دو عالم و سرّہر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے شب و روز کو صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ اطہار اور امہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ملاحظہ فرمایا، انہوں نے جو مشاہدہ فرمایا اس کا بیان ام المؤمنین سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے، حضور سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں: "ماارى ربك الا يسارع فى هواك" (صحیح مسلم جلد۱، ص۴۷۳؛ نسائی جلد۲، ص۵۵، ۶۷، مشکوۃ جلد۲، ص۲۸۱؛ صحیح بخاری، جلد۲، ص۷۰۶، ۷۶۶)

نسائی شریف کی روایت میں حدیث کے کلمات اس طرح ہیں: "ماارى ربك الايسارع لك فى هواك" (نسائی، جلد۲، ص۶۷) صحیح مسلم کی روایت میں حدیث کے کلمات یوں ہیں: "والله ماارى ربك الايسارع فى هواك" (صحیح مسلم جلد۱، ص۴۷۳)

مذکورہ بالا حدیث کا معنیٰ علامہ بدر الدین محمود عینی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان فرمایا: "ماارى الله الا موجداً لمرادك بلاتاخيرٍمنزلاً مماتحب وترضاه" (عمدۃ القاری، طبع کوئٹہ، جلد۱۹، ص۱۲) حاشیۂ نسائی میں اس کا معنیٰ یوں بیان ہوا: "اى يوصل اليك ماتتمناه سريعاً" (حاشیۂ نسائی، جلد۲، ص۶۷)

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الحق نے اس کا معنیٰ یوں بیان فرمایا: "نمی بینم پروردگار ترا مگر آنکہ شتابی می کند، در رضائے تو و خواہشِ تو، وہر چہ تو می خواہی و میل داری، ہماں کند"۔ (اشعۃ اللمعات، جلد۳، ص۱۵۳) محدثین اور شارحین کی تصریحات اور توضیحات کے مطابق حدیثِ صدیقہ کا مفہوم یہ ہے: قسم بخدا! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا پروردگار، آپ کی رضا پوری کرنے میں تاخیر نہیں فرماتا، آپ کی ہر مراد، ہر خواہش، بلا تاخیر، پوری فرماتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں آپ کی رضا کی رعایت مطلوب ہے آپ جو چاہیں گے، جس طرف آپ کا میلانِ طبع ہو گا، وہی ہو گا اور بلا تاخیر ہو گا۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ القدسیہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی "نافذ حکومت" کو قرآنِ مجید کی نص قطعی سے ثابت فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کے اسماءِ شریفہ میں سے ایک اسم حاکم ہے۔ یہ جبھی ہے کہ اس کائنات میں آپ کا حکم نافذ ہے ان کی عبارت پڑھیے: الحاکم ۔۔۔ ذکرہ ابن دحیہ اخذاً من قولہ "انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس" وفى آيات آخر۔ (الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ، طبع بیروت، ص۱۳۹)

اللہ اللہ! شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا، عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
تو ہی ہے ملک خدا، ملک خدا کا مالک
راج تیرا ہے زمانہ میں، حکومت تیری

(ذوق نعت)

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

تو چنیں خواہی، خدا خواہد چنیں
مے دہد حق آرزوئے متقین

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کی حکومتِ نافذہ کو کس صراحت سے بیان فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں: "فجعله حاكماً فى خلقه" (زرقانی، جلد۶، ص۵۳/ بحوالہ مقام رسول، ص۳۲۸)

جنتی مومن جب اس دارِ فانی سے دارِ باقی میں منتقل ہو گا تو وہاں اس کی ہر خواہش پوری ہو گی۔ ہر مراد حاصل ہو گی، جو چاہے گا، بلا تاخیر ہو گا۔ یہ صفتِ کمال اسے اس لیے حاصل ہو گی کہ وہ مقامِ قرب پر فائز ہو چکا ہے۔۔۔ اور اگر کوئی مومن، اس دارِ فانی میں بھی مقامِ قرب حاصل کرے تو یہ صفتِ کمال اسے اس دنیا میں بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس حقیقت اور وصفِ کمال کا حصول، جب ایک مومن کے لیے ممکن ہے تو سید الابرار نبیِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت، منزلت و جلالت کا کیا کہنا؟

مقامِ قرب اور اس کے آثار کے بیان میں عارف باللہ سیدی عبدالکریم جیلی قدس سرہ القدس کا ارشاد خاص دل چسپی کا حامل ہے۔ حدیثِ قربِ نوافل سے اپنے موقف کو مدلل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فقد قارب الحق اى صار فى جوار الله تعالىٰ فهذ القرب هوالجوار، الاترى ان اهل الجنة لما كانوا فى نوع من جوار الله تعالىٰ، كيف انفعلت لهم الا كوان، فما شاؤه كان فى الجنة، فهٰذا قرب و اول حضرات هذا المقام الخلة، وهوان يتخلل العبد بالحق تعالىٰ فيظهر فى جميع اجزأ جسده آثار التخلل بان تنفعل الاشياء له بلفظة كن و ان يبرىء العلل و الامراض وياتى بالمخترعات

بیدہ۔۔۔" (الانسان الکامل، طبع مصر (۱۳۳۴ھ)، جلدِ ثانی، ص۱۷۸) اس حقیقت کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں: "فاذا مسح بیدہ ابرأ الاکمہ والابرص واذا نطق لسانہ بتکوین شی کان بامر اللہ تعالیٰ" (الانسان الکامل، جلدِ ثانی، ص۹۵) یہی عارفِ ربانی سید عبدالکریم جیلین قدس سرہ السامی بطورِ "تحدیثِ نعمت" اپنے لیے بعطائے الٰہی، حرف کاف ونون کی خلعتِ سامیہ کے حصول کا ذکر یوں فرماتے ہیں: "ولقد وقعت علی ذلك فی طریق التوحید فکنت لوشئت اتصور بأی صورۃ فی الوجود نصورت بھاولوا ردت ای فعل، فعلت، ولکن علمت انہ مھلك فترکتہ ففتح اللہ علی بالقدر المصون الذی جعلہ بین الکاف والنون" (الانسانالکامل، جلد اول، ص۷۷)

حضور غوث الوریٰ کے ملفوظات اور شیخ عبدالحق کی تصریحات میں اس مسئلے کا بیان کس عمدہ ترین انداز میں ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو: "(ثم یرد علیك التکوین) بعد ازاں رد کردہ مے شود بر تو وسپردہ مے شود بتو، ہست کردن و پیدا گردانیدن کائنات وتصرف دادومی شود ترا در عالم بروجہ کرامت وخرق عادت" (شرح فتوح الغیب (فارسی) طبع نولکشور، ص۹۹، ۱۰۰) حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں: "قولہ جل وعلا فی بعض کتبہ، یا ابن آدم، انا اللہ الذی لاالہ الا انا اقول لشیء کن فیکون اطعنی اجعلك تقول للشی کن فیکون" (فتوح الغیب، مقالہ ۴۶) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں میں اللہ جل شانہ کا ارشاد یوں ہے کہ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس شے کے لیے کن فرماتا ہوں، تو وہ ہو جاتی ہے۔ (عدم سے وجود میں یا وجود سے عدم میں آجاتی ہے) تو میرا فرماں بردار بن جا۔ تجھے ایسا مقام عطا فرماؤں گا کہ تو بھی جس شے کے لیے کن کہے گا وہ فوراً ہو جائے گی۔

**حاصل کلام** یہ ہے کہ امام الانبیاوالمرسلین، مالکِ کون و مکان فخر رسل، مختارِ کل، نائبِ اکبر ربِّ اکبر، خلیفۂ اعظم، مولائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، انبیا و مرسلین، علمائے ربانیین، اولیائے کاملین اور عرفائے مقربین کو بعطائے الٰہی جو مقامِ قربِ خاص عطا ہوتا ہے اس کے ثمرہ میں کائنات میں تصرف کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور ان مقربانِ خدا و محبوبانِ کبریا (جل وعلا، علیہم الرحمۃ والرضا) کی ہر چاہت بلا تاخیر پوری ہوتی ہے، مولا کریم جل وعلا ان کی رضا اور ارادے کو قوّتِ نافذہ عطا فرماتا ہے۔

"ذٰلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"

اس بحث کو چند واقعات بیان کر کے ختم کیا جاتا ہے۔ ان واقعات کا تعلق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مظہر کن فکاں سے ہے۔

محدثِ شہیر ابن سعد، حضرت عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جب مشرکین لیأم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالنا چاہا تو سرکار مختارِ کل صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلام کے پاس سے گزرے، آپ نے حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: "یانار کونی برداً وسلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم" (خصائص کبریٰ، علامہ سیوطی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، جلد۲، ص۸۰) اے آگ! عمار پر ایسی ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، جیسا کہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا کہ حکم بن ابی العاص حضور پر نور، مالک ومختار، مدنی تاج دار کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور حضور کے کلام فرمانے کے وقت وہ اپنا چہرا بگار لیتا۔ ایک روز "کُن" کے تصرف رکھنے والی زبانِ اقدس سے ارشاد ہوا "کن کذٰلك فلم یزل یختلج حتیٰ مات" (رواہ الحاکم والبیہقی والطبرانی، خصائص کبریٰ، جلد۲، ص۷۹) ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس کا چہرا بگڑا رہا۔ اسی ناہنجار حکم بن العاص نے بطورِ استہزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی نقل اتاری۔ مالکِ تصّرفِ حرفِ کن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کن کذلك فکان یرتعش حتیٰ مات" (جواہر البحار، جلد۳، ص۱۹) ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اسے رعشہ رہا۔

ایک مرتبہ سرکار، مدنی مختار صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک شخص حضور کے پیچھے کھڑا شکل بگاڑ کر حضور محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلیں اتار رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: "کذٰلك فکن" (اخرجہ البیہقی، خصائص کبریٰ، جلد۲، ص۷۹) ایسا ہی ہو جا۔ زبان، مالکِ تصرفِ کن فکاں کے ارشاد سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے۔ دو ماہ تک بے ہوش پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کا منہ ویسا ہی بگڑا ہوا تھا جیسا کہ نقل کے وقت تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ القدس نے اسی نوعیت کے دیگر چند واقعات، محدث بیہقی، بغوی اور عبداللہ بن احمد

کے حوالے سے بیان کیے ہیں، جن کی تفصیلی روایات ''خصائص کبریٰ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

حضورِ پرنور مالک و مختار ﷺ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا، اس کے والد نے حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے کہا ''اسے برص کا مرض ہے'' حالانکہ اس عورت کو اس نوعیت کا کوئی مرض نہ تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''فلتکن کذلك فبرصت'' (جواہر البحار، جلد ۳، ص ۴۱۹، خصائص کبریٰ، جلد ۲، ص ۷۹) وہ برص والی ہو جائے، نافذِ حکومت کی مالک زبان سے نکلے ہوئے کلمات پورے ہوگئے اور وہ عورت مرضِ برص میں مبتلا ہوگئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الباری نے روایت فرمایا کہ ایک شخص حضور سیدِ عالم ﷺ کے حضور بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے! سرکار کی اس ہدایت کو اس نے معمولی جانا اور کہا کہ ''میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا''، حالانکہ یہ بات اس نے خلافِ واقع کہی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کسی نوعیت کا کوئی عارضہ نہ تھا۔ اس سے پہلے وہ بلا تکلف دائیں ہاتھ سے کھانا کھا سکتا تھا۔ حضور کی نافذ حکومت کا حکم جاری ہوا فرمایا ''ایسا ہی ہوگا'' راوی کا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد وہ شخص دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا تھا، بلکہ اس کا یہ ہاتھ اس کے منہ تک نہ جاسکتا تھا۔ شیخ محقق کے الفاظ یہ ہیں: ''وخورد نزد آں حضرت مردے بدست چپ۔ پس امر کہ بدست راست بخور۔ گفت، نمے توانم، فرمود، ہرگز نتوانی، پس نتوانست برداشت دست راست را بسوئے دہانِ خود بعد ازاں'' (مدارج النبوت، جلد ۱، ص ۴۳۹)

مدینۂ منورہ سے چند اشخاص غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ ان میں چند وفاشعار مخلص صحابہ بھی تھے۔ پیچھے رہنے والوں میں منافقین بھی تھے۔ پیچھے رہنے والے مخلص صحابہ میں حضرت عبداللہ بن خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ کی خواہش یہ ہوئی کہ یہ صحابی بھی حاضر ہوں۔ ایک موقع پر دور گرد اڑتی نظر آئی۔ اس میں ایک سوار سفید لباس پہنے نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی امر کن کے مالک حضور کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے۔ ''کن ابا خیثمة'' آنے والے سوار! تو ابو خیثمہ بن جا۔ راوی اپنا مشاہدہ اور حضور کے کلمۂ کن کی تاثیر کو یوں بیان فرماتے ہیں: ''فاذا ھوابو خیثمة الانصاری'' ہم نے دیکھا کہ آنے والا سوار، سفید لباس میں ملبوس ابو خیثمہ عبداللہ بن خیثمہ ہی تھے۔ روایت میں ''رجلاً مبیضاً'' (سفید لباس میں ملبوس آدمی) خصوصی توجہ کے طالب ہیں کہ مدینۂ منورہ سے تبوک کے طویل سفر کا مسافر اپنے سفید لباس کی حفاظت کس طرح کر سکتا ہے؟ اس کا سفید لباس ظاہر کر رہا تھا کہ یہ مدینۂ منورہ سے نہیں چلا تھا۔ اگر مدینۂ منورہ سے سفر شروع کر کے آنے والا ابو خیثمہ ہوتا، تو اس کا لباس گرد و غبار سے اٹا ہوتا۔ علامہ نووی علیہ رحمۃ الباری نے اس عقدے کو یوں حل فرمایا: قال القاضی عیاض والا شبه عندی ان کن ھنا التحقیق والوجود ای لتوجد یاھذا الشخص اباخیثمة حقیقة وھذا الذی قاله القاضی ھوالصواب (شرح نووی علی صحیح المسلم، جلد ثانی، ص ۳۶۱) قاضی عیاض علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ لفظِ کن اس مقام پر اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے یعنی آنے والے سوار! تو ابو خیثمہ بن جا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جو کچھ قاضی عیاض نے بیان فرمایا وہ ہی درست ہے۔

''کن فکاں'' کی تاثیر رکھنے والی حضور کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ہر حکم کس سرعت کے ساتھ پورا ہوا یہ گزشتہ احادیث میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ ایران کے رہنے والے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو مدینۂ طیبہ میں حاضری کے بعد عربی زبان پر عبور، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مردہ دو بیٹوں کو زندہ کرنا، درختوں کو بلانا تاکہ رفع حاجت کے لیے پردہ دار جگہ بنادیں اور اسی نوعیت کے دیگر واقعات حضور ﷺ کے حکمِ نافذ پر شاہد عادل ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شواہد النبوت از حضرت علامہ جامی)

زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے ہر کلمے کی مراد پوری ہوتے دیکھ کر تمام صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے عارفین، غرضیکہ سب بیک زبان، بصدقِ دل اقرار کرتے ہیں کہ جس زبان کا ہر حکم نافذ العمل ہے، زبان کا ہر کلمہ کن کی تاثیر رکھتا ہے، ہر اشارہ بلا تاخیر وجود کا لباس اختیار کرلیتا ہے اور زمینی و آسمانی مخلوق کا ہر ذرہ آپ کی مراد کے حصول میں بے قرار ہے۔۔۔۔ اس زبانِ اقدس کی نافذ حکومت پر بے حد سلام ہو بے شمار درود ہو۔

دنیا والو! ''دیکھ لو قدرت رسول اللہ کی''

ترتیب: فرحان احمد قادری (مصطفوی شریعہ کالج، کراچی)

**Abstract:** Imam Ahmad Raza was a popular religious figure among the public and ulema. Ulema, Sufi masters and judges consulted him for rulings. Likewise masses approached him for solutions to daily-life affairs. This article presents a collection of Raza's rulings on those common questions from vol.24 (new edition) of *Fatawa-e Razavia*.

امام احمد رضا مرجعِ خواص وعوام تھے۔ آپ کے زمانے کے علما ومشائخ، والیانِ ریاست وجج صاحبان آپ کی طرف مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ عام مسلمان بھی اپنے روز مرّہ کے معاملات میں آپ سے شرعی احکام معلوم کرتے۔ معارف رضا میں ان فتاوٰی کو "جانیے" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کا انتخاب فتاویٰ رضویہ کی تخریج شدہ جلد ۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بطورِ حوالہ متعلقہ صفحہ نمبر (قوسین) میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ (عبید)

## ایک حدیث کا ترجمہ اور اس سے میت پر نوحہ کرنے کا جواز نکالنے والوں کا حکم

عن انس قال لما ثقل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعل یتغشّاہ فقالت فاطمۃ واکرب اباہ فقال لھا لیس علیٰ ابیك کرب بعد الیوم فلما مات قالت یاابتاہ اجاب ربا دعاہ یاابتاہ من جنّۃ الفردوس ماواہ یاابتاہ الیٰ جبرئیل ننعاہ فلما دفن قالت فاطمۃ یاانس اطابت انفسکم ان تحثوا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التراب۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب نبی ﷺ کو مرض سے گرانی ہوئی، بے چینی نے غلبہ کیا، حضرت بتول زہرا نے کہا ہائے میرے باپ کی بے چینی، سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کسی قسم کی بے چینی نہیں، جب حضورِ اقدس ﷺ نے انتقال فرمایا حضرت بتول زہرا نے کہا اے باپ میرے اللہ کے بلانے پر تشریف لے گئے، اے باپ میرے وہ کہ فردوس کے باغ میں جن کا ٹھکانا، اے باپ میرے ہم ان کے انتقال کی مصیبت جبریل سے بیان کرتے ہیں جب سید عالم ﷺ کو دفن کر چکے حضرت بتول زہرا نے فرمایا اے انس! تمہارے دلوں نے کیونکر گوارا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کو خاک میں پنہاں کرو۔ یہ حدیث بخاری نے روایت کی۔

حضرت بتول زہرا نے یہ کلمات نہ صیحہ وفریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بے تحقیق وصف بیان فرمایا نہ کوئی کلمہ شکایت رب العزۃ وناراضی قضائے الٰہی پر دال تھا، لہٰذا اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ زرقانی میں ہے: حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا آج کے بعد تیرے والدِ گرامی کو گھبراہٹ اور کوئی بے چینی نہ ہوگی، یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ سیّدہ نے اپنی آواز (کلمات مذکورہ کہتے ہوئے) بلند نہ کی تھی ورنہ آپ منع فرمادیتے۔ اسی میں فتح الباری سے ہے: اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد یہ الفاظ کہنا جبکہ وہ ان سے متصف ہو منع نہیں بخلاف اس کے کہ آدمی ان سے متصف نہ ہو تو پھر ایسے الفاظ کہنا ممانعت میں داخل ہیں۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ) تحریم نوحہ میں احادیثِ متواترہ موجود ہیں، اس سے جوازِ نوحہ ثابت نہ کرے گا مگر جاہل۔ واللہ الہادی (اللہ تعالیٰ ہدایت فرمانے والا ہے۔) (ص: ۴۸۵، ۴۸۶)

## عشرۂ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا

اہل سنت وجماعت کا مدارِ ایمان حضور سید المرسلین ﷺ کی محبت ہے۔ جب تک اپنے ماں، باپ، اولاد، تمام جہان سے زیادہ حضور کی محبت نہ رکھے مسلمان نہیں، خود حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں: تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان) اور محب کو محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی گلی کا کتا بھی۔ حضرت مولانا [روم] قدس سرہ "مثنوی شریف" میں حضرت مجنوں رَحِمَہُ اللہ وتعالیٰ کی حکایت تحریر فرمائی کہ کسی نے ان کو دیکھا کمالِ محبت کے طور پر ایک کتے کے بوسے

لے رہے ہیں، اعتراض کیا کہ کتا نجس ہے، چنیں ہے، چناں ہے۔ فرمایا تو نہیں جانتا۔

کاین طلسم بستہ مولیٰ ست ایں
پاسبان کوچہ لیلیٰ ست ایں

یہ کتا لیلیٰ کی گلی کا ہے محبانِ صادق کا جب دنیا کے محبوبوں کے ساتھ یہ حال ہے جن میں ایک حسنِ فانی کا کمال سہی، ہزاروں عیب ونقص بھی ہوتے ہیں، تو کیا کہنا ہے ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنھیں تمام اوصافِ حمیدہ میں اعلیٰ کمال، اور جن کا ہر کمال ابدی اور لازوال اور جو ہر عیب ونقص سے منزہ وبے مثال، اُن کا ہر علاقہ والا سنیؔ کے سر کا تاج ہے، صحابہ ہوں، خواہ ازواج، خواہ اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ پھر یہ کہنا ہے ان کا جو حضور کے جگر پارے اور عرش کی آنکھ کے تارے ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:حسین منّی و انا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط۔ حسین میرا اور میں حسین کا، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین ایک نسل نبوّت کی اصل ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب المناقب)

یہ حدیث کس قدر محبت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے، ایک بار نام لے کر تین بار ضمیر کافی تھی مگر نہیں ہر بار لذّتِ محبت کے لئے نام ہی کا اعادہ فرمایا، کما قالوا فی قول القائل:

تاللہ یا ظبیات القاع قلن لنا
الیلای منکن ام لیلی من البشر

کون سا سنیؔ ہوگا جسے واقعۂ ہائلۂ کربلا کا غم نہیں یا اس کی یاد سے اس کا دل محزون اور آنکھ پر نم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اسے جھوٹا اظہارِ غم ریا ہے اور قصداً غم آوری و غم پروری خلافِ رضا ہے؛ جسے اس کا غم نہ ہو اسے بے غم نہ رہنا چاہیے، بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہیے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ (ص:۴۸۶ تا ۴۸۸)

## عشرۂ ۱۰ محرم الحرام

**سوال:** (۱) بعض اہل سنّت جماعت عشرۂ ۱۰ محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی کاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعدِ دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ (۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے ہیں۔ (۳) ماہِ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔ (۴) ان ایّام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے؛ ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ (ص:۴۸۸)

## تعزیہ کا بنانا، ان پر دل سے معتقد ہونا

تعزیہ رائجہ مجمع بدعاتِ شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہِ حق کی ہدایت فرمائے۔ آمین! (ص:۴۸۹)

## محرمی جھنڈا، تعزیہ اور اس پر چڑھاوا، خدائی رات میں ڈھول

جھنڈا ایک تو جہاد کا ہوتا ہے وہ لشکرِ سلطانِ اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ یہاں اس کا اصل محل نہیں کہ یہاں نہ سلطانِ اسلام نہ لشکرِ اسلام تو اس جھنڈے کا کیا کام۔ اور اگر کسی اور غرض سے کوئی جھنڈا بنایا جاتا ہو تو اس کا معلوم ہونا چاہیے، اگر غرضِ محمودہ اور اس میں شہرت اور علامت کی حاجت ہے تو حرج نہیں وقد حققنا فی فتاؤنا (اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے۔ (اور اگر غرضِ مذموم یاعبث وفضول ہے تو منع کرنا ٹھیک ہے۔ تعزیہ ممنوع ہے، شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں وفصلت بعضھا فی الفتاوٰی (بیشک میں نے فتاوٰی میں بعض مسائل کی تفصیل بیان کر دی ہے۔) مسلمان اتباع احکام شرع سے ہوتے ہیں نہ امور ناجائزہ سے تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے، لہٰذا نہ کھائی جائے۔ ڈھول بجانا حرام ہے اور جس رات کا نام خدائی رات رکھا ان میں بجائے عبادت گناہ ومعصیت کرنا گویا گناہ کو معاذاللہ عبادت ٹھہرانا ہے اور یہ اور زیادہ حرام ہے۔ (ص:۴۹۰، ۴۹۱)

## ایصال ثواب میں شیرینی ہونا ضروری ہے؟

یہ سمجھنا محض غلط ہے کہ بغیر شیرینی کے ثواب نہ ہو گا، کیا رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ شریف کا ذکرِ اقدس ویسے ہی موجبِ ثواب نہیں! ہاں شیرینی میں زیادہ ثواب ہے کہ ذکرِ شریف کے ساتھ صدقۂ فقراء و ہدیۂ احبّا بھی شامل ہو گیا؛ قربت بدنی کے ساتھ قربتِ مالی بھی ہو گئی، مجلسِ میلاد شریف اعلیٰ مستحب و مندوب و بہتر و خوب ہے اور ان میں قیام بھی مستحسن و مرغوب ہے اور گیارھویں شریف بھی حسن و محبوب ہے اور گیارھویں تاریخ کی تخصیص میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں، ہاں یہ سمجھنا غلط ہے کہ خاص گیارھویں ہی کو ثواب ملے گا اور دن نہ ملے گا۔ (ص:۴۹۱)

## کھچڑا یا لنگر بانٹنا اور کھانا کھلانا کہاں سے ثابت ہے؟

یہ کہ کھچڑا کہاں سے ثابت ہوا، جہاں سے شادی کا پلاؤ دعوت کا زردہ ثابت ہوا۔ یہ تخصیصات عرفیہ ہیں، نہ شرعیہ، ہاں جو اسے شرعاً ضروری جانے وہ باطل پر ہے۔ (ص:۴۹۴)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعث اجر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کر رہے ہیں (الترغیب والترھیب) مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزقِ الٰہی کی بے تعظیمی ہے، بہت علما نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لیے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہ چاہیے، روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے، بزازیہ کتاب الکراھیۃ، النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث میں ہے: کیا دراہم لٹانا مباح ہے، بعض نے کہا مباح نہیں اور بعض نے کہا کوئی حرج نہیں ہے، اسی حکم میں دنانیر اور پیسے ہیں، ناپسند کہنے والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "دراھم و دنانیر اللہ تعالیٰ کی مُہروں سے مُہریں ہیں تو جس نے کوئی مہرپائی اس نے اللہ تعالیٰ کی مُہر سے حاجت پائی" سے استدلال کیا۔ (ص:۵۲۱)

## یہ مراد مانگنا کہ یا امام حسین آپ کی دعا سے اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو ہم دس برس تک آپ کے نام کے بچہ کو فقیر یا بہشتی یا پیک بنادینگے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

بہشتی بننا اور پیک بننا نری نقالی اور بیہودہ بے معنٰی ہے اور گھنٹے لٹکانا حدیث میں منع فرمایا، یوہیں فقیر بن کر بلا ضرورت و مجبوری بھیک مانگنا حرام، کما نطقت به احادیث مستفیضة (جیسا کہ بہت سی مشہور و معروف حدیثیں اس معنٰی پر ناطق ہیں۔) اور ایسوں کو دینا بھی حرام لانه اعانة علی المعصیة اس لیے کہ یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی امداد کرنا ہے جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے۔ اور وہ منت ماننی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل و ممنوع ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا گناہ کے کام میں کوئی نذر (منت) نہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الایمان باب من رای علیہ کفارۃ) (ص:۴۹۴)

## محرم میں سوگ

شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے اور ہر سال سوگ کی تجدید تو کسی کے لئے اصلاً حلال نہیں، یوہیں عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں، سوگ میں اصل سیاہ لباس ہے وہ تو رافضیوں نے لیا اور انہیں زیبا بھی تھا کہ ایک تو ان کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے، دوسرے یہ کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: الشیعة نساء هذه الامّة۔ شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں۔ سوگ وماتم عورتوں ہی کو خوب آتے ہیں۔ ہمارے جاہل سنّی بھائی سیاہی سے تو بچے کہ رافضیوں کی مشابہت نہ ہو، مگر اس سے قریب تر رنگت سبزی پائی اسے اختیار کیا، سبزی جب گہری ہو گی سیاہی لے آئے گی۔ مسلمان کو چاہیے عشرۂ مبارک میں تین رنگوں سے بچے: سیاہ، سبز، سرخ۔ (ص:۴۹۶، ۴۹۵)

## ملفوظات حضرت سید عبد الرزاق ہانسوی میں چند حکایتیں

**سوال:** (۱) محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی

ساتھ ہولیے کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔ (۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہولیے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔ یہ دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

جواب: دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں، تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبورانہ حکایت بناتے ہیں، اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضلِ رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن سے، کوئی میرے حضرت جدِّ امجد سے، رحمۃ اللہ علیہم، اور سب باطل و مصنوع ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید عَلَم بتائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: "مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولیے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔" سبحان اللہ! جب تعزیے ایسے معظم و مقبول و محبوبِ بارگاہ ہیں کہ خود حضور پر نور امام انام علیٰ جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تتمہ کلام ملاحظہ ہو کہ "اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا" یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجیے ان کے ساتھ مجمعِ اولیاء تھا، لہٰذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے، ہاں خوب یاد آیا، ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تُونے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ ایک رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتوٰی تیار ہوا ہے کہ آیتِ تطہیر کے تحت میں ازواجِ مطہرات داخل نہیں، اس فتوٰی کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ (ص:۴۹۷، ۴۹۸)

## تعزیہ پر جاکر یہ مَنّت ماننا کیسا ہے میں یہاں سے ایک خرما لیے جاتا ہوں در صورت کام پورا ہونے کے سالِ آئندہ میں نقرئی خرما تیار کرا کر چڑھاؤں گا؟

یہ نذر محض باطل و ناجائز ہے۔ (ص:۵۰۱) عَلَم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات و خیال سے باز آنا چاہیے۔ (ص:۴۹۹)

## حضرات اَمامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کسی نبی سے افضل کہنا کیسا ہے؟

حضراتِ امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی کو برا کہنا رفض ہے۔ ہمراہیان یزید یعنی جو ان مظالم ملعونہ میں اس کے ممد و معاون تھے ضرور خبیث و مردود تھے، اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے، ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے، اور جو کہے وہ بھی موردِ الزام نہیں کہ یہ بھی امام احمد وغیرہ بعض ائمۂ اہلسنت کا مذہب ہے، (ص:۵۰۸)

## تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پر نور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ جدہ الکریم و علیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے

صدہاسال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین و علمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین ﷺ کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشتباہ ہو ،امام علامہ تلمسانی کی "فتح المتعال" وغیرہ مطالعہ کرے،(ہمارا رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ دیکھیے ﷺ۔) مگر جہال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعتِ مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اوّل تو نفسِ تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی؛ ہر جگہ نئی تراش، نئی گھڑت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت، اشاعت غم کے لئے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شورافگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کررہاہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گراہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذاللہ معاذاللہ جلوہ گاہ حضرت امام علٰی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتاہے، حاجت روا جانتاہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کاراتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہراہوا تھا،ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا پھر وبال ابتداع کاوہ جوش ہواکہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر علانیہ ہوتاہے پھروہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گررہی ہیں رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہورہی ہے، مگر نام تو ہوگیاکہ فلاں صاحب لنگر لٹارہے ہیں، اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضراتِ شہداء رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑتاڑ دفن کردیے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم ووبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالٰی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین!
اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے،ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظر شوق ومحبت میں نقلِ روضۂ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی ودیگر امورِ شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہلِ اعتقاد کے لیے ابتلاء بدعات کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں آیاہے: تہمت کے مواقع سے بچو۔(کشف الخفاء)

اور وارد ہوا: جو شخص اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتاہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضۃ)

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبۂ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پر نور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الھدی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔
(ص:۵۱۱تا۵۱۳)

کاش اللہ عزوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتاکہ ہزاروں روپے جویوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے انہیں حضرات شہیدان پاک کے نام پر تصدّق کرتے، مساکین کودیتے جاڑے میں ان کے لحاف رضائی گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعال حسنہ کرتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ اللہ ہدایت دے آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔
(ص:۴۹٦)

## مجالسِ میلاد شریف میں شہادت نامے کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

کتبِ شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ وروایات باطلہ پر مشتمل ہیں، یوہیں مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا(اسے ابوداؤد اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ایسے ہی ذکرِ شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ (جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیا ہے) ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک (فرشتہ) یا اہل بیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو، نہ وہاں بَین (رونا) یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنّع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلاشبہہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر پر رحمت نازل ہوتی ہے۔) (اتحاف السادۃ المتقین) ولہٰذا امام ابن حجر مکی بعد بیانِ مذکور کے فرماتے ہیں: شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کی حُرمت اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا وہ میری اس کتاب میں ذکر کردہ روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صحابۂ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کی برأت پر مشتمل حق کا بیان ہے بخلاف جاہل واعظین کے کہ وہ جھوٹ اور موضوع قسم کی خبریں سناتے ہیں اور صحیح محمل اور قابل اعتقاد کو بیان نہیں کرتے۔(ص:۵۲۳،۵۲۲)

## مجلس مرثیہ خوانی اہلِ شیعہ میں اہلسنت وجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

حرام ہے: حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس نے کسی قوم کا تشخص کثیر بنایا وہ ان میں کا ہے۔(المقاصد الحسنۃ)

وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ وکلماتِ شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں، سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین۔ تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(القرآن الکریم)۔(ص:۵۲۶)

## یوم عشرہ میں سبیل لگانا کیسا ہے؟

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیّتِ محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانیٔ ارواحِ طیبۂ ائمۂ اطہار مقصود ہو بلاشبہہ بہتر ومستحب وکارِ ثواب ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے آندھی میں پیڑ کے پتّے۔ (اس کو خطیب بغدادی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔) (ص:۵۲۱)

## ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدے کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کا کاغذ وغیرہ ہیں؟

یہ شخص صریح گمراہ وبدعقل وبدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا، نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے، بلکہ وہ زمین کہ نماز وعباداتِ الٰہی بجالانے کے لیے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص مِلک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔(ص:۵۲۵)

## اگر کسی شخص مسلمان کے تین بچے سال سال بھر کے یا دو دو برس یا تین تین کے کہ قضائے الٰہی سے فوت ہوجائیں اور وہ شخص رنج کی حالت میں نماز پڑھ کر خدا کا شکر ادا کرے اور صبر کرے جب اس شخص نے اپنے بچوں کے مرنے پر اللہ کا شکر کیا اور صبر کیا تب اس صبر کی جزا بچوں کے والدین کو قیامت میں کچھ ملے گی یا نہیں؟

اللہ عزوجل فرماتا ہے: انما یوفی الصّٰبرون اجرھم بغیرحساب۔ یوہیں ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار۔(القرآن الکریم) اور فرماتا ہے: اولٰئك علیھم صلوات من ربھم و رحمة واولٰئك ھم المھتدون۔ ایسے لوگوں پر دُرودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔(القرآن الکریم)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مریں گے اللہ تعالیٰ اسے جنّت میں داخل فرمائے گا اس رحمت کی برکت سے جو ان بچوں پر فرمائے گا(امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابنِ ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔) اور فرماتے ہیں ﷺ: جس مسلمان کے تین بچے نابالغ مریں گے وہ جنّت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کریں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو۔(ابنِ ماجہ نے اس کو سندِ حسن کے ساتھ عتبہ ابن عبد السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

ایک بار حضورِ اقدس ﷺ نے یہی حدیث کہ پہلے مذکور ہوئی بیان فرمائی، صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ او اثنان یادو، فرمایا: او اثنا یادو۔ عرض کی: اوواحد یاایک، فرمایا: اوواحد یاایک۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ جو گر جاتا ہے اگر ثوابِ الٰہی کی امید میں اس کی ماں صبر کرے تو وہ اپنے نال سے اپنی ماں کو جنّت میں کھینچ لے جائے گا۔(اس کو امام احمد نے سندِ صالح کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں ﷺ: جب مسلمان کا بچہ مرتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: پھر میرے بندے نے کیا کہا: عرض کرتے ہیں: تیرا شکر ادا کیا اور انا للہ وانّا الیہ رٰجعون کہا فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "حمد کا مکان" رکھو۔(امام احمد نے اسے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی)۔(ص:۴۷۷تا۴۸۰)

## جو شخص بچوں کے مرنے پر چلّاکر روتے ہیں اس چلّا کے

## رونے سے میت پر کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

چِلاّ کے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرتی، نہ اس کا علم و سمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنتا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں(جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں بیان کیا ہے۔) چلا کے رونے سے زندے پریشان ہو جاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلانے کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذاء بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تو دار حق میں گیا اب اسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صد گونہ ایذاء کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذا نہ دو(محدث ابن مندة اور دیلمی نے ام المومنین سیدہ ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے اس کو روایت کیا ہے۔) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا: پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذا دیتی ہو(سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔) امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں: مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے(امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے اس کو روایت کیا۔) ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں، اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔(امام حکیم ترمذی نے عبدالعزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب واَلم ہوتا ہے (اس کو بخاری مسلم نے عمرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔) علما فرماتے ہیں:(حدیث

مذکور میں) عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پیٹے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ درد واَلم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالے سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ سب کچھ بہتر جانتا ہے، مگر میرے نزدیک حدیثِ مذکور میں عذاب سے دردو کرب مراد ہے الخ، میں کہتاہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز)۔(ص:۴۸۰ تا ۴۸۲)

## میت پر چلا کے رونا جائز ہے یا ناجائز؟

میت پر چلا کر رونا، جزَع فزَع کرنا حرام سخت حرام ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:لوگوں میں دو یا تین کفرہیں کسی کے نسب پر طعنہ کرنا اور میت پر نوحہ۔(امام مسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیا، ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیاہے مگر حاکم نے یہ اضافہ کیا"اور گریبان پھاڑنا"۔)اور فرماتے ہیں ﷺ: دوآوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے، نعمت کے وقت باجا اور مصیبت کے وقت چلانا(محدث بزار نے اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیاہے۔) اور فرماتے ہیں ﷺ: چِلاّکر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی یوں کہ اس کے بدن پر گندھک کا کُرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔(امام مسلم نے اسے ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیاہے۔)اور ایک روایت میں ہے:اللہ تعالیٰ اسے گندھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اڑھائے گا۔(ابن ماجہ نے اس کو ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیاہے۔)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنّم میں دو صفیں کی جائیں گی دوزخیوں کے دائیں بائیں وہاں ایسے بھونکیں گی جیسے کتیاں بھونکتی ہیں۔(امام طبرانی نے اس کو "الاوسط"میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیاہے۔)رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں بیزار ہوں اس سے جو بھدرا کرے اور چلا کر روئے اور گریبان چاک کرے (بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔)اور فرماتے ہیں ﷺ: ارے سنتے نہیں ہو بیشک اللہ نہ آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرے نہ دل کے غم پر(اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ہاں اس پر عذاب ہے۔یارحم فرمائے اور بیشک مردے پر عذاب ہوتاہے اس کے گھروالوں کے اس پر نوحہ کرنے سے۔(اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیاہے۔)"عالمگیری" میں "جامع المضمرات" سے ہے:بلند آواز سے رونا اور بین کرنا(اسلام میں) جائز نہیں، لیکن بغیر آواز کے رونا اور آنسو بہانا ممنوع نہیں۔(فتاوی ہندیۃ) "در مختار"میں ہے:گناہوں پر اجارہ (مزدوری کرنا) درست نہیں، گانا بجانا رونا پیٹنا یہ افعال گناہ ہیں۔(ص:۴۸۲ تا ۴۸۴)

## انگوٹھے چومنا وقتِ تلاوتِ آیۂ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور اذان میں لفظ اشھد انّ محمداً رسول اللہ پر جائز ہے یا نہیں؟

اذان سنتے وقت جائز، بلکہ مستحب ہے اور آیہ کریمہ سنتے وقت جس طرح رائج ہے ناجائز ہے۔(ص:۵۱۰،۵۰۹)

* * * * *

### رُباعی

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(حدائقِ بخشش)

# مجرباتِ امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

**Abstract:** Imam Ahmad Raza was not only a genius scholar but also a well-known sufi master. But research on his contribution to Sufism and Spirituality has been limited so far and only a handful of articles have published. More research is needed. This page presents an excerpt from his spiritual teachings in the form of practices, prayers, amulets.

امام احمد رضا ایک عبقری عالم دین ہونے کے ساتھ عظیم روحانی پیشوا بھی تھے۔ تاہم تصوف و روحانیت کے حوالے سے ان کی تعلیمات و خدمات پر اب تک بہت محدود تحقیق ہوئی ہے اور محض چند ہی مضامین اس حوالے سے سامنے آئے ہیں۔ اس موضوع پر کثیر تحقیقی مواد موجود ہے اور ضرورت ہے کہ اسکالرز امام احمد رضا کی حیات کے اس پہلو پر تحقیقات پیش کریں۔ پیشِ نظر سلسلے "مجرباتِ امام احمد رضا" میں امام احمد رضا کی تعلیم کردہ دعائیں، اوراد و وظائف اور نصیحتیں پیش کیے جاتے ہیں۔

## آنکھوں کی روشنی

**عرض:** حضور! میری آنکھوں کی روشنی بہت کم ہے؟

**ارشاد:** (۱) "آیۃُ الکُرسی" شریف یاد کر لیجیے؛ ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھیے نمازِ پنجگانہ کی پابندی رکھیے اور عورتیں کہ جن دنوں میں انہیں نماز کا حکم نہیں وہ بھی پانچوں وقت "آیۃُ الکُرسی" اس نیّت سے کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی تعریف ہے نہ اس نیّت سے کہ کلام اللہ ہے پڑھ لیا کریں اور جب اس کلمہ پر پہنچیں "وَلَایَؤُدُہٗ حِفۡظُھُمَا" دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اس کلمہ کو گیارہ بار کہیں، پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(۲) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**

**نور نور نور نور نور**

سفید چینی کی تشتری (یعنی پلیٹ) پر اسے اسی طرح لکھیں کہ واؤ اور میم کے سر کھلے رہیں؛ آبِ زمزم شریف اور نہ ملے تو آبِ باراں (یعنی بارش کا پانی) اور نہ ملے تو آبِ جاری اور نہ ملے تو آبِ تازہ سے دھو کر دو سو چھبیس بار اس پر یَانُور پڑھ کر دم کریں؛ اوّل و آخر تین تین بار یہ درود شریف "اَللّٰھُمَّ یَا نُوۡرُ یَا نُوۡرَ النُّوۡرِ صَلِّ عَلٰی نُوۡرِکَ الۡمُنِیۡرِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّم" یہ پانی آنکھوں پر لگائیں اور باقی پی لیں۔

(۳) ٹھلیا کے تعویذوں کا چلّہ کریں۔ یہ عمل ایسے قوی التّاثیر ہیں کہ اگر صدقِ اعتقاد (یعنی سچا یقین) ہو تو اِنۡ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی گئی ہوئی آنکھیں واپس آجائیں۔

### ۳۲ویں امام احمد رضا کانفرنس

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے زیرِ اہتمام ۳۲ ویں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ یہ کانفرنس بروز ہفتہ ۱۴/ جنوری ۲۰۱۲ء کو ہفتے کے دن بوقت ۱۱ بجے صبح تا ۲ بجے دوپہر بمقام آڈیٹوریم، شیخ زاید اسلامک سینٹر، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی میں پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین خاں، پرو وائس چانسلر، جامعہ کراچی کی زیرِ صدارت منعقد ہوگی۔ مہمانِ خصوصی جناب عبداللہ پھلپوٹو، پرو وائس چانسلر شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور، سندھ، ہوں گے۔ کانفرنس میں اہلِ علم و دانش ور اور اسکالرز خطابات فرمائیں گے۔

# امام احمد رضا محدث بریلوی اور عالمی جامعات میں تحقیقی مقالات

سید وجاہت رسول قادری، محمد عبید الرحمٰن (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل)

## جامعات کی اعلیٰ سطحوں پر رضویات پر تحقیقی مقالات ایک نظر میں

| نمبر | سطح | تکمیل شدہ | زیرِ تکمیل | میزان |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | امام احمد رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ\ڈی لٹ | ۰ | ۱ | ۱ |
| ۲ | امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی مقالات | ۲۹ | ۱۲ | ۴۱ |
| ۳ | امام احمد رضا پر ایم ایس\ایم فِل مقالات | ۱۶ | ۱۰ | ۲۶ |
| ۴ | متعلقاتِ رضا\علماے بریلی واہلسنت پر پوسٹ ڈاکٹریٹ | ۰ | ۱ | ۱ |
| ۵ | متعلقاتِ رضا\علماے بریلی واہلسنت پر پی ایچ ڈی مقالات | ۱۱ | ۸ | ۱۹ |
| ۶ | متعلقاتِ رضا\علماے بریلی واہلسنت پر ایم فل مقالات | ۱ | ۰ | ۱ |
| | میزان | ۵۷ | ۳۲ | ۸۹ |

## امام احمد رضا پر ڈی لِٹ\پوسٹ ڈاکٹریٹ مقالہ

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ڈاکٹر محمد مکرم احمد | امام احمد رضا کی ادبی خدمات | | جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا | ۱۹۹۸ | زیرِ تکمیل | |

## امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی مقالات

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | حسن رضا خاں اعظمی | فقیہ اسلام | ڈاکٹر اطہر شیر | پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا | | ۱۹۷۹ء | ا۔ |
| ۲ | اُشا سانیال | In the Path of the Prophet: Maulana Ahmad Riza Khan Barelwi and the Ahl-e-Sunnat wa Jama'at Movement in British India, c. 1870-1921 | ڈاکٹر بل روف | کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک امریکا | ۱۹۸۵ | ۱۹۹۰ | ا۔ |
| ۳ | سید جمیل الدین راٹھوی | اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی | ڈاکٹر ایم شفیع | ہری سنگھ گور یونیورسٹی، ساگر، انڈیا | ۱۹۸۵ | ۱۹۹۲ | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴ | محمد امام الدین جوہر شفیع آبادی | حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا | ۱۹۸۶ | ۱۹۹۲ | |
| ۵ | طیب علی رضا انصاری | امام احمد رضا خاں، حیات و کارنامے | ڈاکٹر قمر جہاں | بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا | | ۱۹۹۳ | |
| ۶ | مجید اللہ قادری | کنزالایمان اور دیگر معروف اُردو تراجم کا تقابلی جائزہ | ڈاکٹر محمد مسعود احمد | جامعہ کراچی، پاکستان | ۱۹۸۶ | ۱۹۹۳ | ۱ے |
| ۷ | عبد الباری صدیقی | امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی) | ڈاکٹر مدد علی قادری | سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان | | ۱۹۹۳ | ۱ے |
| ۸ | عبد النعیم عزیزی | اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی | زاہد حسین وسیم بریلوی | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا | | ۱۹۹۴ | ۱ے |
| ۹ | سراج احمد بستوی | مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری | پروفیسر سید ابو الحسنات حقی | کانپور یونیورسٹی، انڈیا | ۱۹۹۱ | ۱۹۹۵ | |
| ۱۰ | محمد انور خاں | مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات | ڈاکٹر ایس ایم سعید | سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان | ۱۹۸۹ | ۱۹۹۸ | |
| ۱۱ | امجد رضا امجد | امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں | ڈاکٹر طلحہ برق رضوی | ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، انڈیا | ۱۹۹۵ | ۱۹۹۸ | |
| ۱۲ | غلام مصطفی نجم القادری | امام احمد رضا کا تصورِ عشق | ڈاکٹر جہاں آرا بیگم | میسور یونیورسٹی، انڈیا | ۱۹۹۴ | ۲۰۰۲ | |
| ۱۳ | رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی | روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ | ڈاکٹر محمد سیادت نقوی | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا | ۱۹۹۸ | ۲۰۰۳ | |
| ۱۴ | غلام غوث قادری | امام احمد رضا کی انشاء پردازی | پروفیسر منظر حسین | رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا | ۲۰۰۱ | ۲۰۰۳ | ۱ے |
| ۱۵ | تنظیم الفردوس | اُردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا خان کی انفرادیت واہمیت | ڈاکٹر فرمان فتح پوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۱۹۹۲ | ۲۰۰۴ | |
| ۱۶ | سید شاہد علی نورانی | الشيخ احمد رضا شاعراً عربياً مع تدوين ديوانه العربي | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان | ۱۹۹۷ | ۲۰۰۴ | ۲ے |
| ۱۷ | غلام جابر شمس مصباحی | امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۴ | |
| ۱۸ | ریاض احمد | امام احمد رضا کی ادبی و لسانی خدمات | پروفیسر ناز قادری | | | | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۹ | محمد اسحاق مدنی | برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاوی رضویہ کا حصہ: ایک تحقیقی جائزہ | ڈاکٹر جلال الدین نوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۳ | ۲۰۰۶ | |
| ۲۰ | منظور احمد سعیدی | مولانا احمد رضا خاں کی خدمت علومِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ | ڈاکٹر محمد مسعود احمد | جامعہ کراچی، پاکستان | ۱۹۹۷ | ۲۰۰۶ | |
| ۲۱ | محمد اشفاق جلالی | الزلال الانقی من بحر سبقت الاتقی (للشیخ احمد رضا خاں) | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان | ۱۹۹۷ | ۲۰۰۶ | |
| ۲۲ | اے پی عبد الحکیم | امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا | ۲۰۰۲ | ۲۰۰۶ | |
| ۲۳ | آدم رضا | امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں عشق رسول کا عنصر | ڈاکٹر غلام دستگیر | شیواجی یونیورسٹی، کولہ پور، مہاراشٹرا، انڈیا | | ۲۰۰۸ | |
| ۲۴ | نور الدین محمد نوری | امام احمد رضا بریلوی: حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر محمد ریاض احمد فردوسی | ٹی این بی کالج، بھاگلپور یونیورسٹی، انڈیا | ۲۰۰۲ | ۲۰۰۸ | |
| ۲۵ | حامدہ بی بی | اُردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں | پروفیسر حامد علی خاں | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا | ۲۰۰۲ | ۲۰۰۹ | |
| ۲۶ | عبد العلیم رضوی | امام احمد رضا بہ حیثیت مفسرِ قرآن | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی مظفرپور، انڈیا | ۲۰۰۶ | ۲۰۱۰ | |
| ۲۷ | شبنم خاتون | مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات | ڈاکٹر ابو حاتم | بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا | ۲۰۰۵ | ۲۰۱۱ | |
| ۲۸ | ظفر اقبال جلالی | آثار القرآن والسنہ فی شعر الشیخ احمد رضا خان دراساتہ تحلیلیہ فی شعر الاردی والعربی والفارسی | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۵ | ۲۰۱۱ | |
| ۲۹ | صادق الاسلام | مولانا احمد رضا کی تحریک: اسباب و اثرات | پروفیسر اختر الواسع | جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، انڈیا | ۲۰۰۵ | ۲۰۱۱ | |
| ۳۰ | سعید احمد | امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات | | کلہار یونیورسٹی، کرناٹک، انڈیا | ۱۹۹۷ | زیرِ تکمیل | |
| ۳۱ | محمد عارف جامی | جد الممتار علی رد المحتار کی تخریج و تحشی | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۰ | | |
| ۳۲ | شفیق اجمل | بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنّت کی ادبی و دینی خدمات | ڈاکٹر رفعت جمال | بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا | ۲۰۰۳ | | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۳ | اورنگزیب اعظمی | عربی زبان میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ | | جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا | ۲۰۰۴ | | |
| ۳۴ | محمد حنیف رضوی رامپوری | فارسی ادبیات میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ | | جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، انڈیا | ۲۰۰۴ | | |
| ۳۵ | بدیع العالم رضوی | ترجمہ "کنزالایمان" اور "بیان القرآن" کا تقابلی جائزہ | ڈاکٹر عبد الودود | اسلامک یونیورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش | ۲۰۰۴ | | |
| ۳۶ | ابا قاسم ضیائی | الشیخ احمد رضا خاں۔ شاعر من الھند | | جامعۃ البغداد للعلوم الاسلامیہ، عراق | ۲۰۰۵ | | |
| ۳۷ | عابدہ تسنیم | فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں مناکحت کا جائزہ | ڈاکٹر آغا سلیم اختر | یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۵ | | |
| ۳۸ | محمد نظام الدین رضوی | اُردو نعت گوئی اور امام احمد رضا کی نعت نگاری | | مہاتما گاندھی کاشی ودیاپیٹھ بنارس انڈیا | ۲۰۰۵ | | |
| ۳۹ | محمود عالم | فرہنگِ رضا | ڈاکٹر رفعت جمال | بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا | ۲۰۰۵ | | |
| ۴۰ | محمد مہربان باروی | تحقیق و تعریب و دراسۃ جزء من الفتاوی الرضویہ | الدکتور محمد وھبی سلیمان، الدکتور نور احمد شاہتاز | اُم درمان یونیورسٹی، سوڈان | ۲۰۱۱ | | |
| ۴۱ | فضلِ رب | امام احمد رضا کی اُردو لسانی خدمات | پروفیسر صاحب علی | بمبئی یونیورسٹی، بمبئی، انڈیا | ۲۰۱۱ | | |

## امام احمد رضا پر ایم ایس\ایم فِل مقالات

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | آربی مظہری | امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر محمد مسعود احمد | سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان | | ۱۹۸۱ | |
| ۲ | سید غوث محی الدین اعظم پاشا | الشیخ احمد رضا خاں حیاتہ و اعمالہ | ڈاکٹر غلام محمد | عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، انڈیا | | ۱۹۹۰ | |
| ۳ | محمود حسین بریلوی | محمد احمد رضا کی عربی زبان و ادب میں خدمات | ڈاکٹر عبد الباری ندوی | علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا | | ۱۹۹۰ | ۲ |
| ۴ | محمد اکرم | الامام احمد رضا خاں البریلوی الحنفی و خدماتہ العلمیہ و الأدبیہ | الدکتور ثریا دار | اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان | | ۱۹۹۵ | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵ | مشتاق احمد شاہ | الامام احمد رضا خان و أثرہ فی الفقہ الحنفی | الدکتور عبد الفتاح محمد النجار | جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر | | ۱۹۹۷ | ۱؎ |
| ۶ | ممتاز احمد سدیدی | الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی، شاعراً عربیاً | الدکتور رزق مرسی، ابو العباس علی | جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر | | ۱۹۹۹ | |
| ۷ | سید عتیق الرحمن شاہ | النثر الفنی عند الشیخ احمد رضا خان دراستہ الفنیہ و اسلوبیۃ | الدکتور عبد الکبیر محسن | انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان | | ۲۰۰۳ | ۱؎ |
| ۸ | ظفر اقبال جلالی | اثر الثقافۃ العربیۃ فی المدائح النبویہ الأردیہ للشیخ احمد رضا خان | الدکتور عبد الکبیر محسن | انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان | ۲۰۰۲ | ۲۰۰۳ | |
| ۹ | سید جلال الدین | الشیخ احمد رضا خان القادری وجهودہ فی مجال العقیدہ الاسلامیۃ فی شبہ القارۃ الهندیۃ | الدکتور مصطفیٰ حلمی، الدکتور محمد السعید جمال الدین | قاہرہ یونیورسٹی، مصر | ۲۰۰۲ | ۲۰۰۶ | |
| ۱۰ | محمد مصطفی علی مصباحی | مساهمۃ الشیخ احمد رضا خان فی الادب العربی | ڈاکٹر احمد زبیر | نیو کالج، مدراس یونیورسٹی، انڈیا | | ۲۰۰۶ | |
| ۱۱ | محمد عرفان محی الدین | دراسۃ عن الحواشی للعلامۃ احمد رضا خان علی امهات الکتب فی الحدیث الشریف | پروفیسر محمد مصطفیٰ شریف | عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، انڈیا | | ۲۰۰۹ | |
| ۱۲ | محمد علی رضوی | The Quranic Hermeneutics of Imam Ahmad Raza Barelvi | ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ | یونیورسٹی آف لیڈز، انگلینڈ | | ۲۰۱۰ | |
| ۱۳ | اقرار علی قریشی | مولانا احمد رضا خاں اور تیمم کے فقہی مسائل، دورِ جدید کے تناظر میں | ڈاکٹر محمد حسن امام | وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی، پاکستان | ۲۰۰۹ | ۲۰۱۰ | |
| ۱۴ | عبد القوی | علمِ مختلف الحدیث اور اس کا فتاویٰ رضویہ میں اطلاق | ڈاکٹر محفوظ احمد | یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۸ | ۲۰۱۱ | |
| ۱۵ | سید محمد سرفراز | امام احمد رضا کے تعلیمی افکار کا تحقیقی جائزہ | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۸ | ۲۰۱۱ | |
| ۱۶ | صبا نور | امام احمد رضا کے معاشی نظریات: اجارہ و مضاربت اور عصر حاضر میں ان کی افادیت | ڈاکٹر آغا سلیم اختر | یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۸ | ۲۰۱۱ | ۲؎ |
| ۱۷ | فیض الحسن فیضی | امام احمد رضا کی عربی خدمات | | پشاور یونیورسٹی، پاکستان | ۱۹۹۷ | زیرِ تکمیل | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۸ | تاج محمد خاں | الشیخ احمد رضا خان و خدماته فی نشر العلم الاحادیث | | جامعہ قاہرہ، مصر | ۲۰۰۶ | | |
| ۱۹ | قیصر ایوب | فتاوٰی رضویہ، فتاوٰی ثنائیہ اور امداد الفتاوٰی کے مناہج کا تقابلی جائزہ | ڈاکٹر محفوظ احمد | جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۰۷ | | |
| ۲۰ | عبد المصطفیٰ | فتاوٰی رضویہ میں فن حدیث کے اہم مباحث کا تحقیقی مطالعہ | میاں ریاض محمود | گفٹ یونیورسٹی، گجرانوالہ، پاکستان | ۲۰۰۹ | | |
| ۲۱ | حامد علی علیمی | فتاوٰی رضویہ میں مذکور ۳۰ مجروح راوۃ صحیح بخاری، ایک تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ | ڈاکٹر ناصر الدین خان | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |
| ۲۲ | خواجہ فاروق احمد | مولانا احمد رضا خاں، رشید گنگوہی اور عبد الحی لکھنوی کے نظریاتِ کرنسی کا تقابلی جائزہ | ڈاکٹر شکیل اوج | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |
| ۲۳ | طاہرہ سلطانہ | امام احمد رضا اور ادبیاتِ فارسی | ڈاکٹر محمد صابر | اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |
| ۲۴ | عمر شہزاد | مولانا احمد رضا خاں کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ | ڈاکٹر شیر علی | جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |
| ۲۵ | سارہ شرافت | حدائقِ بخشش میں قرآنی تلمیحات | ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس | جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |
| ۲۶ | اعجاز احمد خان | خصوصی افراد اور امام احمد رضا | ڈاکٹر شکیل اوج | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۱۰ | | |

## متعلقاتِ رضا\علمائے بریلی و اہلسنت پر پوسٹ ڈاکٹریٹ\ڈی لٹ مقالہ

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مجیب احمد | Occidentalism in Modern South Asia: a case study of Fatawa Literature | | سینٹر فار انٹرنیشنل اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، پیرس، فرانس | ۲۰۱۱ | زیرِ تکمیل | |

## متعلقاتِ رضا\علمائے بریلی و اہلسنت پر پی ایچ ڈی مقالات

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | غلام یحییٰ مصباحی | علمائے اہلسنّت کی علمی اور ادبی خدمات | ڈاکٹر رفعت جمال | بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا | | ۱۹۹۳ | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | اعجاز انجم لطیفی | ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات اور نثری خدمات | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا | ۱۹۹۱ | ۱۹۹۸ | |
| ۳ | محمد حسن امام | تحریکِ پاکستان میں خلفاءِ امام احمد رضا خاں کا کردار | ڈاکٹر جلال الدین نوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۱۹۹۸ | ۲۰۰۵ | ۲ |
| ۴ | محمد ذیشان | علامہ بدر القادری، حیات اور شاعری | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا | | ۲۰۰۵ | |
| ۵ | محمد ذاکر حسین رضوی | علامہ ارشد القادری: حیات وخدمات | | مگدھ یونیورسٹی، بہار انڈیا | | ۲۰۰۸ | |
| ۶ | آمنہ بیگم | علمِ فقہ کے فروغ میں مولانا ابو البرکات احمد قادری کی خدمات | ڈاکٹر جلال الدین نوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۶ | ۲۰۰۹ | |
| ۷ | ایلکس پھلیپون | La Politique Du Pir. Du soufisme Au Soufislamisme: Recomposition, Modernisation Et Mobilisation Des [Confreries] Au Pakistan | | انسٹیٹیوٹ آف پولیٹیکل سائنس، فرانس | | ۲۰۰۹ | |
| ۸ | شکیل احمد | سید سلیمان اشرف، حیات وخدمات | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا | | ۲۰۱۰ | |
| ۹ | مجیب احمد | Barelwis and their Religio-Political Parties in Pakistan, 1947-1971 | ڈاکٹر رضیہ سلطانہ | قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان | ۲۰۰۰ | ۲۰۱۰ | |
| ۱۰ | محمد حسین مشاہد رضوی | مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ | ڈاکٹر شرف النہار | بی ایس اے مراٹھواڑا یونیورسٹی، اورنگ آباد، انڈیا | ۲۰۰۸ | ۲۰۱۱ | |
| ۱۱ | اکبر علی | ملک العلماء [مولانا ظفر الدین رضوی]: حیات اور علمی وادبی خدمات | ڈاکٹر عبد الحمید اکبر | گلبرگہ یونیورسٹی، کرناٹکہ، انڈیا | | ۲۰۱۱ | |
| ۱۲ | رضوانہ سحر | علامہ وصی احمد سورتی کی حیات و خدمات | ڈاکٹر جلال الدین نوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۰ | زیرِ تکمیل | |
| ۱۳ | سیف العالم | عبد الرحمٰن چھوہروی کی عربی خدمات | ڈاکٹر عبد الودود | کشتیا اسلامک یونیورسٹی، بنگلہ دیش | ۲۰۰۳ | | |
| ۱۴ | نظام الدین رضوی | چٹاگانگ میں اسلام کی اشاعت میں صحافت کا کردار (اہلِ سنت کے حوالے سے) | | | | | |

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۵ | شذرہ سکندری | اُنیسویں صدی کے علما کی اُردو خدمات | ڈاکٹر تنظیم الفردوس | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۶ | | |
| ۱۶ | نغمہ اختر | مولانا امجد علی اعظمی کی علمی، دینی، فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ | ڈاکٹر جلال الدین نوری | جامعہ کراچی، پاکستان | ۲۰۰۶ | | |
| ۱۷ | عارف علی خان | نثر اردو اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی | ڈاکٹر صابر سنبھلی | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا | ۲۰۰۷ | | |
| ۱۸ | چاند نظامی | علامہ ارشد القادری: حیات و خدمات | | (رانچی یونیورسٹی، ہزاری باغ) جھاڑ کھنڈ، انڈیا | ۲۰۰۸ | | |
| ۱۹ | حامد رضا | دبستانِ داغ کے گل سرسبد، حسن رضا بریلوی: حیات، شاعری اور ادبی خدمات | ڈاکٹر عبد الحمید اکبر | گلبر گہ یونیورسٹی، کرناٹکہ، انڈیا | ۲۰۱۱ | | |

## متعلقاتِ رضا\علمائے بریلی واہلسنت کی خدمات پر ایم ایس\ایم فِل مقالات

| نمبر | اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | رجسٹریشن | منظوری | تفصیل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مجیب احمد | Jamiyyat al-Ulama-i-Pakistan: 1948-1979 | ڈاکٹر ایم رفیق افضل | قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان | ۱۹۸۹ | ۱۹۹۱ | |

**اظہارِ تشکر:** مرتبین ڈاکٹر مسعود احمد، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، پروفیسر دلاور خاں، ڈاکٹر مجیب احمد، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر غلام جابر شمس، ڈاکٹر امجد رضا امجد، شفیق اجمل، عرفان محی الدین، محمود عالم اور صبا نور کے ممنون ہیں جن کی فراہم کردہ معلومات نے اس فہرست کی ترتیب اور تصحیح میں مدد دی۔

**حواشی و تفصیل**

۱۔ یہ مقالات (یا ان کا خلاصہ) کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور اکثر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ ان مقالات کی کاپی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ادارہ لائبریری کے لئے دیگر محققین کے مقالات کا منتظر ہے۔

**نوٹ:** ایم اے کے مونوگراف بے شمار ہیں اور برصغیر پاک و ہند کی تمام ہی جامعات میں لکھے گئے ہیں اور جا رہے ہیں، ان کی تعداد ڈاکٹریٹ اور ایم۔ فِل کی تعداد سے کہیں زیادہ شاید سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ دینی مدارس رجامعات کے سال ہشتم میں تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں امام احمد رضا کی حیات و افکار اور کارناموں کے حوالے سے ۱۰۰ نمبروں کا ایک پرچہ ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مدارس اہلسنّت پاکستان کے ہزار ہا طلباء ہر سال مقالہ لکھ رہے ہیں۔ (وجاہت)

بحمد اللہ تعالیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی کاوشوں کی بدولت کثیر عالمی جامعات میں ایک بڑی تعداد میں اسکالرز امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تحقیقی کام میں مشغول ہوئے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔ فالحمد للہ علی احسانہٖ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و علماء ملّتہ اجمعین و بارك وسلّم۔

عالمی جامعات کے وہ اسکالر حضرات جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یا دیگر علما و مشائخ اہلِ سنت پر ایم فِل\پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی رہنمائی، موضوعات کے انتخاب، خاکہ اور مواد و مآخذ کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے درج ذیل پتہ پر رجوع کرسکتے ہیں: ۲۵ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی، پاکستان۔ فون: ۰۲۱-۳۲۷۲۵۱۵۰ فیکس: ۰۲۱-۳۲۷۳۲۳۶۹ ای میل imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ www.imamahmadraza.net فیس بک www.facebook.com/imamahmadraza

# رضا ھائر ایجوکیشن پروجیکٹ

رضاہائر ایجوکشن پروجیکٹ کے تحت ہر ماہ رضویات و متعلقاتِ رضویات کے کسی عنوان پر تحقیق کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کا خاکہ امام احمد رضا کی تصنیف "حدائقِ بخشش" (۱۳۲۵ھ) میں موجود قرآنی تلمیحات سے متعلق ہے۔ اس موضوع پر محترمہ سارہ شرافت جی سی یونیورسٹی فیصل آباد (پاکستان) سے ایم فل کا مقالہ ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس صاحب کی زیر نگرانی تحریر فرمارہی ہیں۔ حدائقِ بخشش کا نام تاریخی ہے اور ۱۳۲۵ھ میں اس کی اشاعت سے لے کر آج تک عاشقانِ رسول ﷺ نے اسے حرزِ جاں بنایا ہوا ہے۔ امام احمد رضا کا کلام بلاشبہ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر مبنی ہے اور پیش نظر خاکہ پر مقالہ نگار کی تحقیق یقیناً امام احمد رضا کے کلام کی اس خاصیت کو نمایاں کرے گی۔ اس تحقیق کی تکمیل میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا تمام ممکنہ سہولیات مقالہ نگار کو پیش کر رہا ہے۔ علمی تعان کے تحت اس تحقیق سے متعلق مواد تک مقالہ نگار کی رسائی کے لئے جو افراد و ادارے تعاون کرنا چاہیں وہ متعلقہ مواد بذریعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا یا ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس مقالہ نگار کو ارسال کر سکتے ہیں۔ (عبید)

---

## "حدائق بخشش" میں قرآنی تلمیحات کا تحقیقی جائزہ

**بابِ اوّل: "حدائق بخشش" کا تعارف**

فصلِ اوّل: "حدائق بخشش" وجہ تسمیہ، موضوعات شعر
فصلِ دوم: "حدائق بخشش" بحیثیت مجموعہ نعت
فصلِ سوم: مصنف حدائق بخشش کا تعارف

**بابِ دوم: تلمیح کا مفہوم اور اس کا اسلوب**

فصلِ اول: تلمیح: لغوی و اصطلاحی مفاہیم
فصلِ دوم: قرآنی تلمیحات
فصلِ سوم: عربی، فارسی نعت میں قرآنی تلمیحات کا مختصر تعارف

**باب سوم: "حدائق بخشش" میں قرآنی تلمیحات**

فصلِ اول: (حصہ اول) تلمیحات قرآنیہ کے اشعار کی جمع آوری اور نشاندہی
فصلِ دوم: (حصہ دوم) تلمیحات قرآنیہ کے اشعار کی جمع آوری اور نشاندہی
فصلِ سوم: اشعار میں قرآنی تلمیحات کا موضوع وار جائزہ (قصص و واقعات، کردار و رجال، مقامات و احوال)
فصلِ چہارم: "حدائق بخشش" کی قرآنی تلمیحات کا فنی جائزہ

**باب چہارم: حدائق بخشش کی قرآنی تلمیحات کا اسلوبیاتی تجزیہ**

فصلِ اول: "حدائق بخشش" کی قرآنی تلمیحات کا اسلوبیاتی تجزیہ
فصلِ دوم: محاسن شعری کی روشنی میں اشعار کا جائزہ
فصلِ سوم: بحیثیت مجموعی حدائق بخشش کی قرآنی تلمیحات کا مقام و مرتبہ

خلاصہ مبحث
مصادر و مراجع

# فہرستِ کتب ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

| نام کتاب | مصنف / مرتب | صفحات | قیمت (روپے) | قیمت (ڈالر) |
|---|---|---|---|---|
| نزولِ آیاتِ فرقان۔و۔ معین مبین | امام احمد رضا خاں، ترتیب: مولانا محمد حنیف خاں رضوی | 104 | 60/- | 4$ |
| مولانا نقی علی خاں۔ حیات و علمی کارنامے | ڈاکٹر محمد حسن قادری (ڈاکٹریٹ مقالہ) | 225 | 160/- | 5$ |
| مکتوباتِ مسعودی | عبد الستار نقشبندی | 598 | 400/- | 15$ |
| تذکرۂ اراکین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 184 | 80/- | 6$ |
| ۲۵ سالہ تاریخ و کارکردگی ادارہ | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 56 | 25/- | 2$ |
| مختصر تعارف، مطبوعات و کارکردگی ادارہ | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 56 | 25/- | 2$ |
| خلفائے محدثِ بریلوی | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | 156 | 100/- | 5$ |
| امام احمد رضا کی انشا پردازی | ڈاکٹر غلام غوث قادری | 136 | 100/- | 7$ |
| ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ ایک تعارف | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 56 | 40/- | 2$ |
| اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی اور علمائے کوٹلی | پروفیسر مجیب احمد | 64 | 60/- | 4$ |
| جدید طریقۂ نعت خوانی تعلیماتِ رضا کی روشنی میں | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 16 | 20/- | 2$ |
| اردو تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 80 | 50/- | 2$ |
| اشاریہ سالنامہ معارفِ رضا۔ ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۶ء | مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری | 64 | 100/- | 2$ |
| رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں | صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور دیگر | 160 | 150/- | 10$ |
| اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی | ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (ڈاکٹریٹ مقالہ) | 680 | 400/- | 15$ |
| دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری | 96 | 60/- | 3$ |
| لال قلعہ سے لال مسجد تک | صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری | 64 | 50/- | 2$ |
| تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق | سلیم اللہ جندران | 174 | 150/- | 10$ |
| پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں | پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر | 64 | 50/- | 4$ |
| امام احمد رضا اور علم صوتیات | ڈاکٹر محمد مالک | 64 | 50/- | 4$ |
| الامام أحمد رضا خاں وأثره في الفقه الحنفي | علامہ مشتاق احمد شاہ الازہری | 400 | 500/- | 18$ |
| النثر الفني | قاضی السید عتیق الرحمن شاہ بخاری | 165 | 250/- | 8$ |
| ثلاث رسائل في التكافل الاجتماع | امام احمد رضا خاں: ترجمہ: الشیخ انوار احمد البغدادی | 150 | 150/- | 5$ |
| حياة الامام أحمد رضا | محمد اسلم رضا | 55 | 70/- | 7$ |
| EMBRYOLOGY | Ahmad Raza, Transltion: Khursheed Ahmed | 55 | 48/- | 4$ |
| Hussam-Ul-Haramain | Ahmad Raza, Transltion: Bashir Hussain | 155 | 100/- | 5$ |

محترم قارئین! ماہنامہ معارفِ رضا اپنی ارتقائی منزل کی طرف گامزن ہے اس کا معیار بلند کرنے اور اس میں بہتری کی کافی گنجائش موجود ہے جس میں آپ کی تعمیری اور مخلصانہ تجاویز ہماری رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہ جائزہ فارم شائع کیا جارہا ہے۔ اس کی فوٹو کاپی کرا کے کسی عنوان پر اپنی قیمتی آراء درج کرنے کے بعد ہمیں ارسال فرمائیں۔ اسی طرح اداریہ، تبصرۂ کتب اور دیگر امور پر رسالے کی مجموعی بہتری کے لیے اپنی تجاویز سے آگاہ فرمائیں۔ شکریہ۔ (دلاور خاں)

عنوان: ____________________

مضمون / مقالہ نگار: ____________ ماہ: ________ سن: ________

## تمہید

خوبیاں: ____________

خامیاں: ____________

اصلاحی تجاویز: ____________

## صحتِ متن

خوبیاں: ____________

خامیاں: ____________

اصلاحی تجاویز: ____________

## رموز واوقاف

خوبیاں: ____________

خامیاں: ____________

اصلاحی تجاویز: ____________

## اقتباس

خوبیاں: ____________

خامیاں: ____________

اصلاحی تجاویز: ____________

## حوالہ جات

خوبیاں: ____________

خامیاں: ____________

اصلاحی تجاویز: ____________

## مجموعی تاثرات

____________________

____________________

جائزہ کار کا نام: ____________ فون نمبر: ____________ شہر: ________ دستخط: ________